مسلسل اشاعت کا 40 واں سال
ضیائے حرم
ماہنامہ
لاہور
دسمبر 2009ء
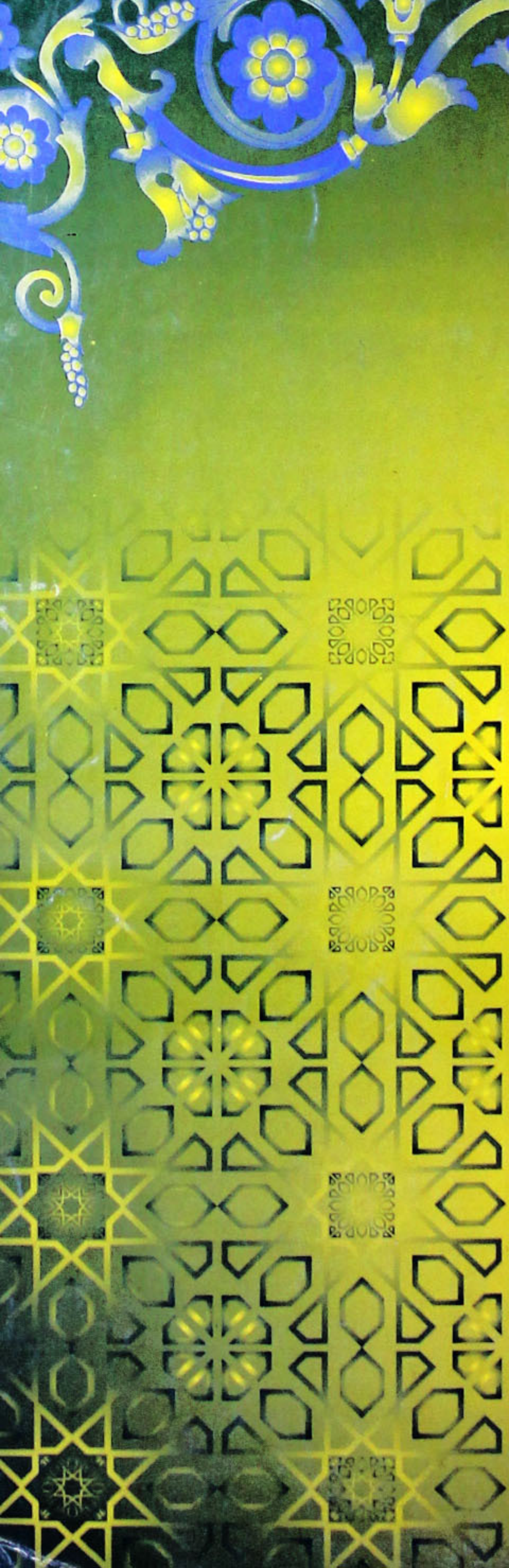
تفسیر ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ، جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سیرت ﷺ پر کتاب
ضیاء النبی

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دل آویز شرح

مجموعہ وظائف و دلائل الخیرات شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ لاہور فون: +92-42-7221953-7220479
  فیکس: +92-42-7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور +92-42-7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی +92-21-2210212-2212011
  +92-21-2630411

فقرِ غیور اور عشقِ خود آگاہ کا نقیب

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

دسمبر 2009ء ذی الحج ۱۴۳۰ھ

جلد 40 شمارہ 3

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

موسس:
ضیاء الامت
حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ:
پیر محمد امین الحسنات شاہ
سجادہ نشین بھیرہ شریف

مدیر:
پروفیسر حافظ احمد بخش ایم اے گولڈ میڈلسٹ

نائب مدیران:
محبوب الرحمٰن ۔ محمد اعجاز احسن

منیجرز:
چوہدری محمد عنایت گوندل ۔ محمد علی ولانہ

بینک ڈرافٹ کیلئے بینک اکاؤنٹ نمبر 2011 یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ برانچ نمبر 0226 بھیرہ

بدل اشتراک

فی پرچہ عام 25 روپے
زر سالانہ 250 روپے
بذریعہ وی پی 260 روپے
بذریعہ رجسٹری 370 روپے

یورپ اور مشرق وسطی 30 ڈالر
امریکہ، نیوزی لینڈ وغیرہ 35 ڈالر

خط و کتابت برائے ادارتی امور: دفتر ماہنامہ ضیائے حرم
228-A رضوان بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ، لاہور فون/فیکس: +92-42-7841576
E-mail:ziaeharam@gmail.com

سرکولیشن و ترسیل زر: دفتر ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ ضلع سرگودھا فون نمبر +92-48-6690569

انگلینڈ آفس
Haji M. Tameez
8 Miersfield Cressex Estate
High Wycombe, BUCKS (U.K.)
HP 11 ITX, 01494-527835

پیر محمد امین الحسنات شاہ نے حامد جمیل پرنٹرز لاہور سے باہتمام محمد منشا چھپوا کر دفتر ماہنامہ ضیائے حرم اعوان ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

ترجمہ: اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا، دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے۔

کتنی پیاری آیت ہے۔ ہجوم بلا میں، طوفان مصائب میں، گرداب ہلاکت میں گھرے ہوئے شکستہ دل اور پریشان انسان کے لیے اِن چند لفظوں میں اطمینان و سکون کا کیا رُوح پرور پیغام ہے۔ آپ غور فرمایئے۔ "اِنِّیْ قَرِیْبٌ" کے دو لفظوں میں راحت و اطمینان کی ایک دُنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ کسی فصلِ بہار کی نسیم سحر میں، کسی ابر نیساں کے حیات بخش قطروں میں وہ اثر کہاں جو اثر اِن دو لفظوں میں ہے! دُکھ درد کا مارا جب یہ سنتا ہے کہ میرا مالک، میرا خالق مجھ سے الگ تھلگ کہیں دُور نہیں کہ اسے میرے حال کا علم نہ ہو۔ رنج والم کی خبر نہ ہو بلکہ وہ قریب ہے، بالکل قریب، نزدیک ہے، رگِ جاں سے بھی زیادہ نزدیک تو اسے کتنا قرار آجاتا ہے۔ تمہاری زبان پر آئی ہوئی بات تو کیا تمہارے دل میں منہ چھپائے ہوئے اسرار جو قوتِ گویائی کو اپنا چہرہ دکھانے سے شرماتے ہیں۔ افکار اور اندیشوں کے وہ نازک ولطیف آبگینے جو ہوائی صوتی لہروں کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان سب کو وہ جانتا ہے۔ وہ قادر بھی ہے رحمٰن و رحیم بھی، تم دستِ دعا دراز تو کرو۔ تم دامنِ طلب پھیلا کر تو دیکھو۔ تم دِل کے ہاتھوں سے اُس کے درِ رحمت پر دستک تو دو، وہ سنے گا تمہاری فریاد۔ وہ قبول کرے گا تمہاری دُعا۔ وہ بدل دے گا تمہاری بگڑی ہوئی قسمت۔ لیکن جب وہ کرم فرمائے تو سرکش نہ بن جانا۔ اِسی طرح سرِ نیاز اس کے درِ اقدس پر جھکائے رکھنا۔" ("ضیاء القرآن" جلد اوّل، ص ۱۲۶)

اقلیم عدل وانصاف کا شہنشاہ

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت فضل بن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ علالت کے دنوں میں بخار کی حالت میں میرے پاس تشریف لائے۔ حضور نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ بخار بہت شدید تھا۔ مجھے حکم دیا، اے فضل! میرا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے دست مبارک پکڑ لیا۔ حضور منبر پر جا کر تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ سب جمع ہو جائیں۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ الصلوٰۃ جامعۃ۔ لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق مسجد نبوی میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ جب سب آ گئے اور اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس مرشد برحق نے شدید علالت کے باوجود اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں خطاب فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كُنْتُ جَلَدْتُهُ ظَهْرًا فَهٰذَا ظَهْرِي فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ وَمَنْ كُنْتُ شَتَمْتُ لَهُ عِرْضًا فَهٰذَا عِرْضِي فَلْيَسْتَقِدْ مِنِّي وَمَنْ أَخَذْتُ لَهُ مَالًا فَهٰذَا مَالِي فَلْيَأْخُذْ مِنْهُ وَلَا يَخْشَى الشَّحْنَاءَ فَهِيَ لَيْسَتْ مِنْ شَأْنِي۔

"اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے، وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے، وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے، وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔"

(ضیاء النبی ﷺ جلد ۴، ص ۸۰۰، ۸۰۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

سرد لبراں

بے شک یہ ایک حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت کو بے شمار مسائل مشرف دور کی سابقہ حکومتوں کی ناقص کارکردگی کے باعث ورثے میں ملے ہیں لیکن اس سے بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ حالات کی خرابی میں برسراقتدار پارٹی کی ہر سطح کی قیادت نے بھی بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ جب سے جمہوری حکومت نے اقتدار سنبھالا ہے بجلی کے بحران کے باعث صنعت، زراعت اور ان سے تعلق رکھنے والے جملہ شعبہ جات کے ساتھ ساتھ مشینوں پر کام کرنے والے مزدوروں کے حالات انتہائی ابتر ہو گئے ہیں۔ پیداواری یونٹوں کی کارکردگی متاثر ہونے کے باعث اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور ان بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث عوامی صفوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔

حکومت کی طرف سے عام تأثر یہی دیا جاتا ہے کہ ہماری ضروریات کی بنسبت بجلی کی پیداوار کم ہے اور گزشتہ پندرہ سالوں کے دوران اس اہم ترین مسئلہ کی جانب کسی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی۔ حکومتی حلقوں کے اس واویلے کا تعلق بجلی کے بحران کے صرف ایک سبب سے ہے جبکہ اس بحران کے کچھ اور اسباب بھی ہیں جن میں قوی ترین سبب بجلی پیدا کرنیوالی کمپنیوں کو رقم کی عدم ادائیگی ہے۔ یہ ادائیگیاں بروقت کیوں نہیں ہوتیں اور ان کے بقایا جات کس کے ذمے ہیں؟ یہ المناک داستان بارہا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر دہرائی جا چکی ہے اور ہم ایک بار پھر اس کا اعادہ کر رہے ہیں کہ سارے کے سارے بقایا جات مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے ان اداروں کے ذمہ ہیں جنہیں ہماری بیوروکریسی نے مشق ستم بنا کر کھوکھلا کر دیا ہے۔ خود واپڈا جو عوام اور پیداواری اثاثوں کو بجلی مہیا کرنے کا

ذمہ دار ہے اس کے افسران گھریلو استعمال کی کل بجلی کا تقریباً 50% مفت استعمال کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنی ان عیاشیوں کا بوجھ عوام کی طرف منتقل کر کے ان کی زندگیاں مزید اجیرن کر دی ہیں۔ اگر پیپلز پارٹی جو اپنے تئیں منظم ترین اور مضبوط ترین سیاسی جماعت خیال کرتی ہے ان خرابیوں کا تدارک نہیں کر سکتی اور عوام کو اس بنیادی مسئلہ میں ریلیف نہیں دے سکتی تو پھر کس سے خیر کی توقع کی جا سکتی ہے؟

بنیادی مسائل کے بارے حکومت کی کمزور گرفت اور نظم وضبط کے فقدان کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچھلے سال ہمارا زرعی شعبہ انتہائی بدحالی کا شکار صرف اس بنیاد پر ہوا کہ ہمارے کسان کو مصنوعی کھاد بروقت میسر نہ آ سکی۔ گزشتہ سال فصل کی کاشت کے دوران لوگ لمبی لمبی قطاروں میں پہروں کھڑے رہتے اور بالآخر مایوس ہو کر شام کو بے نیل ومرام واپس آتے جبکہ پیپلز پارٹی کے ورکرز تحصیل سطح پر ٹنوں کی مقدار میں یہ کھاد بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے لاکھوں روپے کماتے رہے۔ اس سال چینی کا بحران کھڑا کر کے حکومت نے خواہ مخواہ کی بدنامی مول لے لی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ سال مل مالکان نے گنے کی فصل کے کاشتکار کے ساتھ حد درجہ بدسلوکی کا مظاہرہ کیا ہے نہ صرف یہ کہ گنا کم نرخوں پر لیا گیا بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ آخری دنوں میں گنا خریدنے سے ہی انکار کر دیا گیا۔ بعض کسانوں نے کھڑی فصل کو آگ لگا کر جان چھڑائی اور بعض نے 20، 25 روپے فی من وصول کر کے اسے اینٹوں کے بھٹوں کیلئے بطور ایندھن فروخت کر دیا۔ یہ سب کچھ اس وقت کی حکومت دیکھتی رہی لیکن کسی بھی عہدہ دار کو یہ نہ سوجھی کہ متذکرہ گنے سے چینی تیار کر کے اس سے زر مبادلہ کمایا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال کے ردعمل میں گزشتہ سال گنے کی فصل ضرورت سے کم رہی لیکن یہ اتنی بھی کم نہ تھی کہ بحران کی صورت پیدا ہوتی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر مل مالکان واقعی محسوس کرتے تھے کہ چینی کے پیداواری اخراجات زیادہ ہیں تو انہیں ماہ اپریل میں مطالبہ کرنا چاہیے تھا کہ چینی کی قیمت بڑھائی جائے لیکن اس وقت کسی بھی پلیٹ فارم سے ایسی کوئی آواز نہیں سنی گئی۔ پورے چھ ماہ تک چالیس روپے سے بھی کم قیمت پر چینی فروخت ہوتی رہی۔ اچانک مافیا حرکت میں آیا اور اس نے ماہ اکتوبر کے شروع میں اعلان کر دیا کہ چینی کی قیمت 50 روپے فی کلو ہو گی۔ سپریم کورٹ نے پوری تحقیق کے بعد فیصلہ کیا کہ 40 روپے فی کلو سے زیادہ قیمت وصول کرنے کا کوئی جواز نہیں لیکن چونکہ چینی مافیا اقتدار کا بنیادی ستون ہے، اس نے سپریم کورٹ کی بھی درپردہ

توہین کی اور دانستہ طور پر چینی کا بحران پیدا کر دیا۔

اگر مرکزی حکومت کے شعبوں میں نظم وضبط موجود ہوتا اور اس کے کار پردازوں میں منصوبہ بندی کا شعور ہوتا تو فوراً چینی درآمد کر کے اس مافیا کی حوصلہ شکنی کر سکتے تھے لیکن افسوس کہ ایسا نہ کیا گیا اور اب جبکہ پانی سر سے گزر چکا ہے چینی درآمد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ نہ معلوم اس پر کب عمل ہو؟ اس دوران ہمارے دکاندار اور تاجر طبقہ نے حد درجہ بدعنوانی کا ارتکاب کرتے ہوئے عوام کے لیے مشکلات پیدا کر رکھی ہیں۔ تاجر اور دکاندار طبقہ کو ہر روز مخصوص مقدار میں چینی ملتی ہے اگر اسے دیانتداری سے کھلی مارکیٹ میں فروخت کیا جائے تو چینی کی کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ ایسا کرنے کی بجائے دن کے وقت مشکل سے متذکرہ مقدار کا تیسرا یا چوتھا حصہ فروخت کرتے ہیں اور باقی بلیک میں فروخت کر دیتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خوف خدا ہے اور نہ قیامت کا ڈر۔ وہ تو اپنے پیٹ کے دوزخ بھرنے کیلئے لگاتار "ھل من مزید" کی صدائیں لگا کر اپنی حرص پوری کرنے میں مصروف ہیں۔ انسانیت کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والوں کو یقیناً روز محشر سخت ترین سزا سے گزرنا پڑے گا۔

اشیائے خوراک کے سلسلہ میں حکومت کی ناقص منصوبہ بندی اور عاقبت نا اندیشی کی ایک اور صورت چاول کی فصل کی بے حرمتی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ پچھلے سال حکومت نے دھان کی قیمت پندرہ سو روپے فی من مقرر کی تھی لیکن حکومت کی طرف سے کم خریداری کے باعث تاجر طبقہ نے خوب فائدہ اٹھایا اور کسان کو بمشکل اوسطاً 1000 روپے فی من کے حساب سے وصول ہو سکی۔ اس دفعہ تیل بھی پہلے کی نسبت مہنگا تھا۔ بارشیں بھی پورے موسم میں نہیں ہوئیں اور بجلی نہ ہونے کے باعث آبپاشی بھی ممکن نہ رہی جبکہ بجلی کے بلوں میں کمی کی بجائے اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس ساری صورتحال کا تقاضا تھا کہ دھان کی امدادی قیمت میں اضافہ کیا جاتا لیکن یہاں گنگا الٹی بہتی ہے۔ 1500 روپے کی بجائے حکومت نے 1250 روپے فی من امدادی قیمت کا اعلان کیا ہے چونکہ حکومت خریداری نہیں کر رہی اس لیے عام تاجر کسان کو 700 یا 800 روپے فی من بھی دینے کو تیار نہیں ہیں۔ فصل کھیتوں میں پڑی ہے ان کھیتوں میں کسان نے گندم بھی کاشت کرنی ہے اور اس کے علاوہ کھاد، سپرے اور دھان کے دیگر اخراجات کیلئے اس نے جو رقم ادھار لے رکھی ہے اس کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔ اس تکلیف دہ صورتحال میں اس کا مستقبل کیا ہے اور اس کا پرسان حال کون ہے؟

اے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھ کر فرضی اعداد و شمار سے معیشت کی بحالی کی نویدیں سنانے والو! ذرا سوچو تو سہی آخر زرعی شعبہ سے وابستہ بیچارے کسان کا قصور کیا ہے کہ تم اس کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟ کیا اس کا یہ قصور ہے کہ وہ رات دن محنت کر کے تمہاری معیشت کا واحد سہارا ہے؟ کیا اس کا یہ قصور ہے کہ مویشیوں کو چارہ ڈال کر ان کے تھنوں سے دودھ دودھ کر ساری شہری آبادی کو مہیا کر رہا ہے؟ کیا اس کا یہ قصور ہے کہ وہ کھاد، زرعی مشینری، سپرے، بیج اور زمین پر ٹیکس دے کر تمہاری تجوریاں بھر رہا ہے؟ کیا اس کا یہ قصور ہے کہ وہ تمہاری ناقص پالیسیوں کے باعث تمہاری پولیس، انتظامیہ اور ریونیو کے محکموں کی کفالت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے؟

سوچو، سمجھو اور فکر کرو کب تک یہ ظلم روا رکھو گے اور کب تک مفلوک الحال دیہی آبادی کو ناروا تنگ کر کے انہیں زندگی کی سہولیات سے محروم کرتے رہو گے؟ ایسی صورت حال کسی خونی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں اور یقیناً ہمارا معاشرہ ایسے انقلاب کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصٰرِ.

روزمرّہ کی اشیاء اور پیش آنے والے مسائل کے بارے اظہار رائے کے بعد ہم آنے والی سطور میں قومی وحدت، ملکی سلامتی اور داخلی امن و امان کے بارے اپنی رائے پیش کر رہے ہیں۔

اس وقت سب سے اہم معاملہ جو ہمارے ملک کو درپیش ہے وہ ''آپریشن راہِ نجات'' اور اس کے ردعمل میں امن و امان کو لاحق خطرات ہیں۔ ہماری سیکیورٹی فورسز ملکی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے وزیرستان میں موجود دہشت گردوں کا نیٹ ورک توڑنے میں مصروف ہیں۔ اس مفید ترین اقدام کو کامیاب بنانے کے لیے قیمتی ترین جانوں کے نذرانے پیش کر رہی ہیں۔ اپنے بیش قیمت وسائل استعمال کر رہی ہیں اور دشوار گزار راستے طے کر کے دور دراز پہاڑی غاروں سے اسلحہ کے انبار نکال رہی ہیں۔

پاک فوج کے ان اقدامات کو قوم قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اس کی پیشہ ورانہ مہارت سے توقع کرتی ہے کہ سوات اور مالاکنڈ کی طرح جنوبی وزیرستان کے علاقوں کو بھی وہاں کے محب وطن باسیوں کے لیے خطہ امن بنا دیا جائے گا۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے کتنا وقت لگے گا اس کا اندازہ پاک فوج کی قیادت کو ہو گا یا آنے والا وقت بتائے گا۔ ہم اس موقع پر صرف یہ عرض کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ ہماری عسکری اور سیاسی قیادت کا فرض منصبی ہے کہ وہ باہمی مشاورت کے سلسلے مسلسل

جاری رکھیں اور غور وفکر کریں کہ آخر کیا وجوہات تھیں جن کی بناء پر ہم نے پون صدی تک اپنے ملک کی سرحدوں کے اندر غیر ملکیوں کو برداشت کئے رکھا؟ کون سی مجبوریاں تھیں جن کی آڑ میں ہم نے ایک ایسی کمیونٹی کو مسلح ہونے سے نہ روکا جس کے نزدیک متحدہ ہندوستان پاکستان کی بنسبت زیادہ مفید تھا۔

کون سے وہ اسباب وعلل ہیں جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر ایک نئی ریاست کو جنم دے رہے تھے؟ بے شک ہر مسلمان کو اپنی سوچ اور فکر کی آزادی ہے لیکن محل غور یہ بات ہے کہ جو لوگ اپنے علاوہ ساری امت مسلمہ کو مشرک وکافر گردانتے ہیں، ہماری ایجنسیوں نے انہی کو جہاد کا پرمٹ کیوں الاٹ کر دیا۔ اب جبکہ پورا ملک حالت جنگ میں ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنوبی وزیرستان میں ایسے غیر ملکی موجود ہیں جن کے پاس بھارتی، روسی، امریکی، اسرائیلی اور کئی دوسری غیر ملکی کمپنیوں کا جدید ترین اسلحہ موجود ہے تو ہماری پوری قوم کا فرض بنتا ہے کہ وہ یکجہتی کا ثبوت دے اور اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ اپنی فوج کی پشت پناہی کرے۔

بے شک مرور وقت کے ساتھ قوم کے مختلف طبقات پر حقیقت حال منکشف ہوتی جا رہی ہے لیکن تا حال ایسے بہت سے افراد اور ادارے موجود ہیں جو موجودہ حالات کو جنرل (ر) پرویز مشرف کی پالیسیوں کا ردعمل خیال کرتے ہوئے جنوبی وزیرستان کی بغاوت کو درست خیال کرتے ہیں اور کسی نہ کسی طریقے سے زبانی یا عملی طور پر باغیوں کی مدد کو دینی خدمت تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم ذمہ داری مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے موثر وفود ترتیب دے جو ان افراد اور اداروں کو عالمی سازشوں کے ان شاخسانوں سے آگاہ کرے جو ہمارے ملک میں اپنے تار و پود بکھیر رہے ہیں۔ مدارس کے سربراہوں کو احساس دلائے کہ اگر دہشت گرد گروہوں کا کسی بھی حوالے سے تعلق ہماری دینی درسگاہوں سے قائم رہا تو یہ ادارے عوامی اعتماد کی دولت سے محروم ہو جائیں گے۔ دین کی تبلیغ کے حوالے سے آج تک ہر مکتبہ فکر کے ہر فرد کو اجازت تھی کہ وہ اپنے طریقہ کار کے مطابق عام افراد کو دعوت دین دے لیکن بگڑتے ہوئے حالات میں یہ افواہیں زبان زد عام ہوتی جا رہی ہیں کہ دین کی تبلیغ کی آڑ میں بے شمار ایسے افراد اور گروہ ملک کے مختلف علاقوں میں گھسے ہوئے ہیں جن کے تعلقات ان تنظیموں سے ہیں جو پاک فوج کے مقابل کھڑی ہیں۔ خدانخواستہ اگر ایسے سلسلے چل نکلتے ہیں تو پھر دینی ومذہبی طبقہ کیلئے اس فرض کی ادائیگی بھی مشکل ہو جائے گی۔ اس حوالہ سے ہم اپنے ان

سارے احباب کی خدمت میں یہ گزارش کرتے ہیں جو کسی نہ کسی حوالے سے دین کی خدمت میں مصروف ہیں کہ وہ اپنی صفوں کا از سرِ نو جائزہ لیں۔ اپنے ان مدارس کی چھان بین کریں جو دور دراز دیہاتوں میں موجود ہیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ دینی تعلیمی ادارے اور تبلیغی وفود دہشت گردی کا حصہ نہیں ہیں۔ ہمارے وہ بزرگ جو الیکٹرانک میڈیا کے مختلف چینلو پر اظہار خیال کرتے ہیں ان کا بھی فرض منصبی ہے کہ وہ دین کی بنیادی اقدار کے بارے مبہم رویے اختیار نہ کریں بلکہ حق اور باطل کے درمیان واضح خط امتیاز کھینچنے کی کوشش کریں تاکہ عوام کو ان پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب ہم انتہائی مقتدر شخصیات کی زبانوں سے ایسے الفاظ سنتے ہیں کہ حق واضح نہیں اس لیے کونوں کھدروں میں چھپ کر وقت گزارنے کا دور آ گیا ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حق واضح ہے اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ عہد حاضر میں غیر مسلموں کی سازشوں کے نتیجے میں اس کی جو عملی تعبیریں پیش کی جا رہی ہیں وہ قطعاً مستحسن نہیں۔ پاکستان کا وجود حق ہے جو لوگ اس ملک کے وجود کے درپے ہیں وہ حق سے رو گردانی کر رہے ہیں انہیں ہر طریقے سے روکنا حق کا ساتھ دینے کے مترادف ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ سارے دینی حلقے ہماری اس عرضداشت کو نظر انداز کرنے کی بجائے اسے صدائے دردناک پر محمول کریں گے اور ملکی سلامتی کو باقی تمام خواہشات پر ترجیح دیں گے۔

دہشت گردی کی متذکرہ بالا صورتحال کے ساتھ ساتھ بلوچستان کا مسئلہ بھی درونِ خانہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ علیحدگی کی تحریکوں کو پذیرائی مل رہی ہے۔ بلوچستان کے مسائل کے حل کے بارے پہلے بھی صورتحال تسلی بخش نہ تھی لیکن سابقہ حکومت کے دور میں بلوچوں کو جس طرح نظر انداز کیا گیا، ان کے سرکردہ سرداروں کو چن چن کر قتل کیا گیا یا ان کے افراد بغیر مقدمات کے غائب کر دیئے گئے یہ انتہائی المناک داستان ہے۔ بلوچستان قدرتی وسائل کے لحاظ سے ہمارا اہم ترین صوبہ ہے۔ ہماری گوادر کی بندرگاہ جو عالمی تجارت کا موثر ترین مرکز بنتی جا رہی ہے، اسی صوبہ میں ہے اور ہماری دشمن طاقتوں کو اس کی تعمیر سے انتہائی تکلیف ہے۔

اس تناظر میں یہ ضروری ہے کہ ہماری ساری سیاسی جماعتوں کی اعلیٰ قیادت سر جوڑ کر بیٹھے اور اس صوبہ کے مسائل حل کرنے پر توجہ مرکوز کرے۔ وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی جلد ہی اپنے بلوچستان پیکج کا اعلان کرنے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مسلم لیگ (ن) کے قائد

میاں محمد نواز شریف سے بھی مذاکرات کیے ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ وہ دیگر جماعتوں سے بھی اپنے رابطے بڑھائیں گے اور بالخصوص بلوچستان کی تمام پارٹیوں کے سربراہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں سے بھی مذاکرات کے ذریعے اس پیکج کو مفید ترین اور کامیاب ترین بنانے کی سعی کریں گے۔ اگر وہ مشاورت کا دائرہ وسیع کر کے اس صوبے کے عوام کے ذہنوں سے احساس محرومی ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ ان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا۔ ساتھ ہی ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں بھارتی اور اسرائیلی ایجنسیوں نے اپنا اثر ورسوخ کافی حد تک بڑھا رکھا ہے۔

بلوچستان کی مسلمان آبادی اور قیادت کو یہ سوچنا ہوگا کہ ان کے مسائل غیر مسلم قوتیں حل نہیں کریں گی۔ بالآخر انہوں نے اپنے ہی بھائیوں سے مل کر اپنے دکھوں کا علاج دریافت کرنا ہے۔ متذکرہ بالا سارے مسائل کا حل صرف اور صرف ایک مضبوط اور مخلص جمہوری حکومت ہی تلاش کر سکتی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی مرکز میں برسر اقتدار ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے جملہ وزراء اور اعلیٰ قیادت کو باور کرائے کہ اپنے وجود کو نفع بخش بناؤ تب ہی تمہارا اقتدار قائم رہ سکتا ہے۔ اگر تم نے قومی معاملات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی اور قومی املاک کو تباہ و برباد کر کے اپنے کشکول بھرتے رہے تو عوام تمہیں نظر انداز کر دیں گے۔ گزشتہ ادوار کی طرح ہر روز نئی افواہ جنم لیتی ہے کہ حکومت کے بنیادی افراد میں تبدیلیاں رونما ہونے والی ہیں ایسی افواہیں عوامی صفوں میں حوصلہ شکنی کا باعث بنتی ہیں۔

ہماری گزارش ہے کہ محض افراد کی تبدیلی سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مسائل کے حل کے لیے اداروں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ صدر پاکستان کی تبدیلی کی بجائے اگر اختیارات کو ان کے اصل مقام کی طرف منتقل کر دیا جائے تو مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس وقت پاکستان کو اندرونی خلفشار سے بچا کر سیاسی اور معاشرتی استحکام کی طرف لیجانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ ہماری ساری سیاسی قیادت اس سلسلہ میں جاندار کردار ادا کرے گی اور اپنے ملک کو بچانے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فیض رسول فیضان

بس یہ دعا ہی مانگئے پروردگار سے
مالک ہمیں نواز پیمبر کے پیار سے

کرتے ہیں احترام جو آلِ رسول کا
جیتے ہیں تاحیات بڑے ہی وقار سے

باغ و بہار و لالہ و گل مانگتے ہیں سب
خیرات خوشبوؤں کی مدینے کے چمن زار سے

بعد از خدا تمام خدائی میں دیکھ لو
شانِ نبی بلند ہے ہر اعتبار سے

لمس غبارِ جادۂ بطحا کا فیض ہے
کھلتے ہیں پھول آمدِ بادِ بہار سے

جس نے بھی دل میں یادِ نبی ﷺ کو بسا لیا
اس کو ملی نجات غمِ روزگار سے

اس رابطے کی بے خبروں کو خبر نہیں
وہ باخبر ہیں امتیوں کی پکار سے

فیضانؔ اس پہ سورۂ کوثر بھی ہے گواہ
آقا ہیں بہرہ مند ہر اک اختیار سے

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

آپ کے خطوط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میں کئی دن بوجہ علالت تعلیمی سرگرمیوں سے محروم رہا۔ آج صبح طبیعت سنبھلی تو دارالعلوم میں حاضر ہوا اور محمد علی ولانہ صاحب سے اس مہینے کا شمارہ منگوا کر دیکھا۔ تو اس کے سرورق کی خوبصورتی اور مضامین کی ترتیب کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ بلند ہوئے کہ اے مولائے کریم! حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے گلستاں کے پھولوں کی مہک اسی طرح پھیلتی رہے تا کہ دنیا ان کی خوشبو سے اپنے مشام جان کو معطر کرتی رہے۔

عرصہ دراز کے بعد بذریعہ خط آپ کی خدمت میں اس خوشی اور مسرت کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں کہ ضیائے حرم کا موجودہ شمارہ جن تحقیقی اور علمی مضامین کے ساتھ شائع کیا گیا ہے یہ اپنے عنوان ''فقر غیور اور عشق کے خود آگاہ کا نقیب ضیائے حرم'' کا پیش خیمہ ہے۔ واقعی اب یہ رسالہ کافی عرصہ کے بعد اپنے مضامین کے اعتبار سے جاندار رسالہ ہے اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے ضیائے حرم کے شماروں کا نمونہ ہے۔

سارے مضامین اور سرِّ دلبراں قابل قدر ہیں۔ بالخصوص میں ان دو مضامین سے از حد متاثر ہوا ہوں اور میں نے خیال کیا کہ یہ علمی اور معقول ہونے کے ساتھ ساتھ وقت کی اہم ضرورت کے مطابق ہیں: ۱۔ قاضی ءِ شہر کے قلم سے ''پاکستان میں پھیلتی ہوئی جنگ...... پالیسیوں پر نظر ثانی کی جائے۔'' ۲۔ محمد اسلم لودھی صاحب کا مضمون ''پاکستان کو صحرا بنانے کی بھارتی سازش۔ حکمران خاموش کیوں؟'' ۔ یہ دونوں مضامین نہایت وقیع' حقیقت پر مبنی اور حالات حاضرہ کا خوب تجزیہ ہیں اور اس کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر محمد بشیر احمد صدیقی صاحب سے انٹرویو میں پوچھے گئے سوالات آپ کے حسن ذوق کا مظہر ہیں۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے زعماء برسر اقتدار ہوں یا اپوزیشن میں ہوں' کو ان حالات کو سمجھنے اور ان کا مستقل حل تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ پاکستان کو ان گھمبیر مسائل سے

دوچار ہونے سے بچانے کی کوشش کریں۔
(آمین)

ان کے علاوہ باقی مضامین بھی بڑے دلچسپ اور بروقت ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس شمارے کو کامیاب کرنے کیلئے رات دن بھرپور کوشش اور محنت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید سے مزید کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر آپ کی یہ کوشش اسی طرح مسلسل جاری رہی اور حقیقت پسندی پر مبنی معلوماتی مضامین چھاپے جاتے رہے تو یہ قوم کی رہنمائی اور بیداری کا بہترین سبب بن سکتے ہیں۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اور ادارہ ضیائے حرم کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام

حافظ محمد خان نوری
خادم علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ
بھیرہ شریف

تبلیغی مقاصد کے لیے لسانیات کی عالمی معیار کی اکیڈمی کا قیام میری ترجیح ہے

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر جناب پیرزادہ ڈاکٹر

ابوالحسن محمد شاہ الازہری مدظلہ العالی

کا بصیرت افروز انٹرویو

انٹرویو پینل: محبوب الرحمٰن۔ محمد اعجاز احسن

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر پیرزادہ ڈاکٹر ابوالحسن محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی جمال صورت و سیرت میں اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا عکس جمیل ہیں۔ گفتار کی وہی نرمی اور لہجے کی وہی مٹھاس آپ میں بھی پائی جاتی ہے جو آپ کے پدر محترم کا خاصہ تھی۔ دور سے دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ جناب ڈاکٹر پیرزادہ ابوالحسن محمد شاہ صاحب چھ بھائیوں میں پانچویں نمبر پر ہیں۔ ضیاء الامتؒ نے جہاں علوم و معارف کے ایسے حیات آفریں چشمے جاری کیے جن سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہے وہاں آپ نے اپنی اولاد امجاد کی دینی و دنیاوی تعلیم پر بھی بھرپور توجہ مرکوز کی۔ آپ کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے فارغ التحصیل ہیں جبکہ پیرزادہ ابوالحسن محمد شاہ مدظلہ العالی حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق مصر کی عظیم اور تاریخی دانش گاہوں کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ نے علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ بی اے تک کی تعلیم دارالعلوم

محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے حاصل کی اور بعدازاں عرصہ تین سال تک یہیں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۰ء میں آپ اپنی علمی تشنہ کامی کا مزید مداوا کرنے کے لیے مصر تشریف لے گئے۔ مصر میں آپ نے جامعۃ الازہر سے حدیث شریف میں تخصص کیا۔ بعدازاں جامعہ قاہرہ سے علوم تفسیر میں ''ممتاز مع الشرف'' کے ساتھ پی ایچ ڈی کی تکمیل کی۔ جناب پیرزادہ صاحب مدظلہ العالی عنقریب پاکستان تشریف لا کر اپنے عظیم والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم میں تدریسی و انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے والے ہیں۔ آپ ۱۹۹۶ میں رشتہ ازدوج میں منسلک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادگان دس سالہ ذوالنورین محمد شاہ اور بارہ سالہ محمد مہر کرم شاہ سے نواز رکھا ہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور آستانہ عالیہ امیر السالکین کے وابستگان کو آپ سے بجا طور پر بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ امید واثق ہے کہ آپ پاکستان واپسی کے بعد دارالعلوم کو ترقی کی نئی وسعتوں سے آشنا کرنے کیلئے اپنے برادر معظم جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی کے دست و بازو ثابت ہوں گے اور تدریسی و تعلیمی ذمہ داریوں کو انجام دینے میں ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ ماہنامہ ضیائے حرم نے جدید ذرائع مواصلات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گزشتہ دنوں بذریعہ انٹرنیٹ قبلہ پیرزادہ صاحب کا انٹرویو کیا جسے ذیل کے صفحات میں قارئین ضیائے حرم کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ قارئین یقیناً ان کی تصنع سے پاک گفتگو سے مستفید ہوں گے اور اپنے والد گرامی کے مشن کو عروج آشنا کرنے کے لیے عالی حوصلہ پیرزادہ صاحب کے جواں جذبوں اور مستقبل کے ارادوں سے آگاہی حاصل کریں گے۔

ضیائے حرم: آپ اپنے تعلیمی مراحل کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟ تعلیم کے حصول کے لیے آپ مصر کب تشریف لائے اور یہاں سے آپ نے کون کون سے علوم اور ڈگریاں حاصل کیں؟

ڈاکٹر صاحب: میری تعلیم کی ابتدا کلام حکیم سے ہوئی۔ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ پڑھوائی اور قرآن حکیم ناظرہ کی تکمیل قبلہ حاجی عبدالمجید صاحب سے کی۔ جب میں مڈل کے مرحلے میں تھا تو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے کون سا راستہ اختیار کرنا ہے؟ ڈاکٹر بنو گے، انجینئر یا پھر دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرو گے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ دارالعلوم میں پڑھوں گا۔ اس پر آپ نے استفسار فرمایا کہ دارالعلوم کے انتخاب کا سبب کیا ہے تو میں نے معصومیت کے ساتھ عرض کیا کہ آپ جیسا بننا چاہتا ہوں۔ ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم سے سند فراغت کے حصول کے بعد تین سال اسی مادر علمی میں تدریس سے منسلک رہا اور ساتھ ہی الازہر یونیورسٹی میں داخلے کی کوشش جاری رکھی۔ بفضلہ تعالیٰ ستمبر ۲۰۰۰ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سنت ادا کرتے ہوئے قاہرہ مصر میں آ گیا۔ ازہر شریف میں قسم الحدیث میں تخصص کیا۔ بعدازاں جامعۃ القاہرہ سے علم التفسیر میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ یہ دو شعبے وہ ہیں جن میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی بطور خاص کام کیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کے نقوش پا کو خضرِ راہ بناتے ہوئے ناچیز کو بھی ہر دو شعبوں میں اکتساب فیض کا موقع میسر آیا۔ ابتدا ہی سے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے میرے لئے واضح راہنمائی فرمائی جس کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنی زندگی کا سفر شروع کیا اور الحمدللہ آپ کے فرمان پر اپنی بساط کے مطابق عمل کی کوشش کی۔

ضیائے حرم: تعلیم حاصل کرنے کیلئے مصر آنے کے کیا محرکات تھے حالانکہ پاکستانی جامعات میں بھی اعلیٰ سطح کی دینی تعلیم دی جا رہی ہے؟

ڈاکٹر صاحب: بلاشبہ پاکستانی جامعات میں معیاری اور اعلیٰ تعلیم کے مواقع میسر ہیں لیکن حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم و حکمت کے وہ دروازے جو پاکستان میں مجھ پر بند تھے ازہر شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کھول دیئے اور آپ کو ایسے نابغہ روزگار اساتذہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا جو اپنے فن کے امام مانے جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے بھی ایسے جلیل القدر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جو اپنے علمی میدان میں راہنما مانے جاتے ہیں۔ جن میں سرفہرست فکر اسلامی کے امام اور سابق صدر بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف شافعی ادام اللہ فیوضہ، پروفیسر ڈاکٹر علی جمعہ محمد مفتی اعظم مصر، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر عبدالمھدی ماہر علوم الحدیث، عزت مآب ڈاکٹر سعد الدین ھدالی،

جدید فقہی مسائل کے متخصص از ہر شریف اور دار الافتاء مصر وغیرہ جیسی نامور ہستیاں ہیں۔

میرے از ہر شریف آنے کا دوسرا اہم محرک قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شدید خواہش تھی جس کا اظہار اپنی حیات ظاہری میں بارہا آپ نے فرمایا اور موجودہ حضرت صاحب کو میری از ہر شریف میں تعلیم کی وصیت فرمائی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اسی خواہش کی تکمیل میں حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے فقیر کو مزید تعلیم کیلئے از ہر شریف روانہ فرمایا۔

ضیائے حرم: پی ایچ ڈی کی تکمیل کے بعد اس وقت مصر میں آپ کی مصروفیات کی نوعیت کیا ہے اور آپ کب تک وطن واپس لوٹ رہے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: پی ایچ ڈی کے Vaiva سے فراغت اور نتیجہ کے اعلان کے بعد اب مصر میں میری بنیادی مصروفیت یہ ہے کہ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں بنیادی تبدیلی اور تحسین کر رہا ہوں تا کہ اسے حتمی شکل دے کر یونیورسٹی میں جمع کروا دیا جائے۔ اس کے علاوہ الاز ہر شریف کے علمی حلقوں میں حاضری اور علمائے الاز ہر شریف سے ملاقات کا سلسلہ رہتا ہے۔ اور حاضر میں پیش آمدہ اہم فقہی اقتصادی اور معاشی مسائل پر علمائے اسلام کی قیمتی آراء سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مصر کے مرکزی دار الافتاء میں مختلف اہم موضوعات پر منعقد ہونے والے دروس میں شامل ہوتا ہوں۔ امید ہے دسمبر کے آخر تک وطن واپسی ہو جائے گی لیکن جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ دفتری کارروائیوں کا اختتام کسی کے ہاتھ میں نہیں اور خصوصی طور پر مصر میں۔ لہٰذا جیسے ہی دفتری امور سے نجات ملی تو وطن واپسی ہو گی۔ ان شاء اللہ۔

ضیائے حرم: قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ مصر میں بھی اعلیٰ علمی و روحانی شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ قبلہ پیر صاحبؒ کے حوالے سے اہل مصر کے تاثرات کے بارے میں آپ ہمیں کچھ بتائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی خدمات کا اعتراف سب سے پہلے حکومت مصر نے ۱۹۹۲ء میں کیا۔ کیونکہ آپ نے الاز ہر یونیورسٹی کے اعتدال اور محبت پر مبنی مسلک کو انتہائی خلوص اور جانفشانی سے پھیلایا اور آپ کی دینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ الکرم انگلینڈ میں عرس حضور ضیاء الامت کے موقع پر چانسلر جامعہ الاز ہر عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر احمد عمر ہاشم اور وائس چانسلر جامعۃ الاز ہر عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ ابو کریشہ نے جامعہ الاز ہر کی طرف سے آپ کو "الدرع الفخری" پیش کی۔

ماضی قریب میں ڈاکٹر حافظ محمد منیر الاہری صاحب کے ایم فل کے مقالہ بعنوان ''علامہ محمد کرم شاہ وجهوده فی الفکر الاسلامی'' کے مقدمہ میں مفتی مصر پروفیسر ڈاکٹر علی جمعہ محمد صاحب نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے مجدد کے لقب سے نوازا اور آپ کی دینی خدمات کے اعتراف میں عالم اسلام کی مایہ ناز یونیورسٹی جامعہ الازہر نے ایک موضوع کی منظوری دی جو آپ کے مکاتیب کے عنوان سے تھا جو ایم فل کی ڈگری کیلئے ایک طالبہ نے پیش کیا تھا۔ بحمدہ تعالیٰ حال ہی میں اس پر مناقشہ ہو چکا ہے اور طالبہ کو اس عظیم علمی کاوش پر بڑے اعزاز سے نوازا گیا۔ آپ کی علمی اور روحانی شخصیت کو مصر کے علمی اور تصوف کے حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ضیائے حرم: آپ کی شخصیت سازی میں کن کن عظیم ہستیوں کے اسمائے گرامی شامل ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: جن عظیم المرتبت شخصیات نے میری زندگی پر سب سے زیادہ اثر کیا ان میں سرفہرست حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی ہے۔ ہر اہم موڑ پر آپ نے راہنمائی فرمائی اور آپ کے بعد دوسری ہستی قبلہ مائی صاحبہ یعنی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا ہیں اور جن شخصیات کے میری زندگی پر گہرے نقوش ہیں ان میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے اساتذہ کرام' قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب' قبلہ الحاج حفیظ البرکات شاہ صاحب' عزت مآب ڈاکٹر حسن الشافعی صاحب' عزت مآب ڈاکٹر علی جمعہ محمد صاحب اور عزت مآب ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم ہیں جو کہ اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں انسائیکلوپیڈیا آف پاکستان کا عربی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کے حوالے سے ایک کتاب تصنیف فرما چکے ہیں۔

ضیائے حرم: دار العلوم محمدیہ غوثیہ اور اس سے منسلک اداروں کے تعلیمی نظام کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید خطوط پر استوار کرنے کیلئے آپ کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟

ڈاکٹر صاحب: دار العلوم اور اس کی ذیلی شاخوں سے منسلک طلباء میں الحمد للہ یہ صلاحیت ہے کہ وہ دنیا کی کسی بھی یونیورسٹی یا تعلیمی ادارہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں دار العلوم اور اس کی شاخوں سے فارغ التحصیل طلباء اکتساب فیض کر رہے ہیں۔ باقی نفسیاتی حوالوں سے خوف کا ہونا طبعی بات ہے جو ابتدائی مہینوں میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نفسیاتی حوالوں سے خوف کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ انسان اگر کارگہ حیات میں قدم رکھ دے تو اس کیلئے راستے ہموار' خوف وحزن'

خوشی و مسرت میں اور کلفتیں راحتوں میں ڈھل جاتی ہیں جس کی زندہ مثال لاتعداد عالمی و ملکی جامعات میں زیر تعلیم دارالعلوم سے فارغ التحصیل طلبہ ہیں اور ان کی کامیابیاں ہمارے طلبہ کی صلاحیت و قابلیت اور ثقۃ علی الذات پر شاہد عادل ہیں۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ طلباء کی تربیت میں اپنی ذات پر اعتماد کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ تربیت کے حوالے سے ہمیشہ تواضع، کسر نفسی اور حصول علم کیلئے تگ و دو کی تلقین فرماتے تھے۔ جو طالبعلم اپنی ذات پر اعتماد کرتا ہے اور علم کے سامنے جھک جاتا ہے وہ بالآخر کامیاب ہو جاتا ہے اور فکر حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آئندہ قوموں کی جنگیں تعلیمی میدانوں میں لڑی جائیں گی۔ الحمدللہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے سربراہ کو اور ہمیں اس کا پورا پورا احساس بھی ہے اور اپنی بساط کے مطابق اس فکر کو عام کرنے کیلئے پوری طرح کوشاں بھی ہیں۔ علم و حکمت کا یہ لازوال سفر ان شاء اللہ ابدا لآباد تک جاری و ساری رہے گا۔

ضیائے حرم: دارالعلوم اور آستانہ عالیہ کے خوشہ چینوں کو آپ سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ آپ نے یقیناً حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے شروع کئے گئے اس تعلیمی سفر کو نئی وسعتوں سے آشنا کرنے کیلئے، ان افراد کی توقعات کے حوالہ سے منصوبہ بندی کر لی ہو گی۔ اس تناظر میں آپ اپنی پلاننگ کے کچھ چیدہ چیدہ نکات بیان کرنا پسند فرمائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی تاسیس غازی اسلام حضرت قبلہ پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۲۵ء کو ہوئی اور اس کی نشاۃ ثانیہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۷ء میں کی۔ اب دارالعلوم تیسرے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے اور اس مرحلہ میں قبلہ حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے جب دارالعلوم کا انتظام و انصرام سنبھالا تو اپنے حسن کردار، حسن انتظام اور حسن عمل سے نہ صرف دارالعلوم کی فکری و علمی تحریک کو بام عروج پر پہنچایا بلکہ اس کی عددی و انتظامی ترقی کی بھی بنیاد رکھی جس کی واضح مثال یہ ہے کہ اس کی شاخیں چند سالوں میں ہی ۵۰ سے بڑھ کر ۲۵۰ تک پہنچ چکی ہیں۔

فقیر کے ذہن میں بھی چند تجاویز موجود ہیں جن میں سے اہم ترین دارالعلوم کے شاہین حضرات کیلئے عالمی معیار کی ایک اکیڈمی کا قیام ہے جو مختلف زبانوں میں تقریر و تحریر میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں بھی ممد و معاون ثابت ہو۔ مزید برآں بین الاقوامی معیار

کے حامل ایک دارالافتاء کے قیام کے بارے بھی تجویز موجود ہے۔

ضیائے حرم: قوموں اور تعلیمی اداروں کی ترقی میں استاد کا کردار اور استاد کا انتخاب بہت اہمیت کا حامل ہے۔ قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اداروں میں اساتذہ کا انتخاب کرتے وقت کن امور کا خیال رکھتے تھے؟

ڈاکٹر صاحب: آپ نے بجا فرمایا ہے کہ قوموں اور اداروں کی ترقی میں استاد کا انتخاب بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کا مقصد طلباء کے کردار کی تعمیر ہے۔ دارالعلوم کے قیام کا مقصد ایک متوازن اور مکمل شخصیت کے طور پر طلباء کی تربیت کرنا ہے جس سے وہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے معاشرہ کی فلاح و بہبود کا سبب بنیں اور طلباء کو ایسا ماحول فراہم کرنا ہے جس میں اسلامی تصور اور اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے روحانی' ذہنی' جسمانی اور لسانی پہلوؤں کی بہترین نشوونما کر سکیں۔ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب مؤثر' باکردار اور قرآن و سنت کے علوم پر دسترس رکھنے والے باعلم اساتذہ ان کی تربیت کریں۔ الحمدللہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسے قابل اساتذہ تیار کیے جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو بڑی قابلیت' محنت' محبت اور توازن سے طلباء کے اندر منتقل کیا اور ان کے اندر اعتماد اور تعاون کی فضا قائم کی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اداروں میں اساتذہ کے انتخاب کے وقت ان کے کردار' علم' عمل اور مشن کے ساتھ وابستگی کا خصوصی لحاظ فرماتے تھے۔ ان اصول و ضوابط کی روشنی میں جب ہم دارالعلوم کے اساتذہ کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ وہ بھی اپنے مرشد و مربی کے اس اعتماد کو قائم رکھنے میں بتوفیقہ تعالیٰ شبانہ روز مصروف عمل نظر آتے ہیں۔

ضیائے حرم: آج کل یہ شکایت عام ہے کہ ہمارے مدارس اس علمی پختگی کے حامل علماء کرام پیدا نہیں کر رہے جو کبھی ان سے پیدا ہوا کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں اس کے اسباب کیا ہیں؟ کیا طلباء میں محنت کی کمی ہے یا آج اس معیار کے اساتذہ دستیاب نہیں ہیں۔ آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو اس صورتحال سے بچانے اور اس کی اعلیٰ علمی روایات کو برقرار رکھنے کیلئے کیا اقدامات اٹھائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: اسلام نے بنی نوع انسان کو ہمیشہ پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی طرف راغب کیا ہے کیونکہ علم ہی معرفت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علم سیکھنے اور سکھانے والوں کو قرآن کی روشنی میں اہم مقام حاصل ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی کا آغاز بھی "اقراء" ہے۔ اسلام میں علم کی اہمیت کا اظہار متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کی کتاب سے تعلق مضبوط کرتا

ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی اصولوں کی برتری تسلیم کر لیتا ہے' جیسے قرون اولیٰ کے مسلمان نہ صرف عظیم صوفی فلاسفر تھے بلکہ طب' ریاضی اور فلکیات جیسے بیسیوں علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے اور کئی جہتوں سے اسلام کی خدمت کرنے والے تھے۔ سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ.

ترجمہ: ''کیا صاحب علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔''

یہی ارشاد خداوندی پیش نظر رکھ کر مسلمانوں نے علمی آگاہی حاصل کی اور اسے مفید بنانے کیلئے مخلصانہ کوششیں کیں۔ ان کے دل نور ایمان سے منور تھے اور ان کو اس بات کا ادراک تھا۔ ان کے اندر جو روشنی کی کرنیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اگر انہوں نے اس کا صحیح استعمال نہ کیا' ساری انسانیت تک نہ پھیلایا تو خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اس شعور نے انہیں ایک لگن' جرأت' ہمت اور عزم دیا جس کے بل بوتے پر انہوں نے ایک عالم کو منور کر دیا۔

رفتہ رفتہ مسلمان کوتاہیوں اور غفلت کی بناء پر انتشار کا شکار ہوئے تو اپنی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالتے گئے۔ صرف دنیا ہی ان کا مقصد رہ گئی تو وہ زوال کا شکار ہو گئے۔ ابھی اس مسلم قوم کے اندر وہ چنگاری موجود ہے جس سے وہ ظلمت کدوں کو نیست و نابود کر کے انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کر سکتے ہیں لیکن اس کیلئے اسے اپنے اندر تقویٰ اور علم کی جستجو کی مخلصانہ کوشش کر کے اپنے عمل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا بزبان اقبال اعلان عام تھا:

گر یک قطرہ خون داری گر مشتے پرے داری
بیا من با تو آموزم طریق شاہبازی را

اگر کوئی ایک قطرہ خون اور مٹھی بھر پر رکھتا ہے تو آئے ہم اسے پرواز کے ہنر سے آراستہ کرنے کیلئے حاضر ہیں۔ یہ مردم سازی ہی آپ کا نصب العین تھا۔ دار العلوم کے نصاب کو پڑھنے کے بعد ایسے اشخاص پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے شعبوں میں شاندار کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور دے رہے ہیں اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ دار العلوم ہر حوالہ سے پختہ علمی' عملی اور روحانی افراد پیدا کر رہا ہے۔ رہا مسئلہ دیگر مدارس کا تو ان کو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً اپنی تجاویز دیتے

رہے تھے۔ جنہوں نے آپ کی حیات میں ہی ان تجاویز کو اپنایا وہ ترقی کی راہوں پر تیزی سے گامزن ہوگئے اور باقی وقت کے ساتھ ساتھ ان کو اپنا رہے ہیں۔

قوموں کی زندگی میں ۲۰، ۵۰ سال کوئی معنی نہیں رکھتے۔ تعمیر ملل کیلئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جس مثالی ملت اسلامیہ کا خواب دیکھا تھا وہ ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ ہمیں بس اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا حصہ ڈالنا ہے۔ باقی نتائج دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

ضیائے حرم: دینی مدارس کے نظام تعلیم میں کس طرح بہتری لائی جاسکتی ہے اور ان کے طلباء میں یونیورسٹی سطح کی قابلیت اور وژن پیدا کرنے کیلئے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟

ڈاکٹر صاحب: میرے خیال میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا نظام تعلیم جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں وہ رہنما اصول دیئے ہیں جن کی روشنی میں ہم نصاب تعلیم کو ڈھال کر قوموں کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ میری حقیر رائے کے مطابق اصولی طور پر دارالعلوم کا نصاب بالکل ٹھیک ہے صرف اس میں جزوی طور پر کچھ علوم کی کتابوں کے اضافے کی تجویز ہے جو ان شاء اللہ وطن واپسی پر قبلہ پیر صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔

ضیائے حرم: پاکستانی معاشرے کے ذہین افراد کی اکثریت محض انگریزی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے اعلیٰ ریاستی عہدوں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔ اس حوالہ سے آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلباء کیلئے انگریزی و عربی زبان دانی کے سلسلہ میں آپ کے پاس کیا پروگرام ہے؟

ڈاکٹر صاحب: یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے۔ فقیر عربی، انگریزی خصوصاً اور دنیا کی دوسری زندہ زبانوں کی تربیت کیلئے عموماً کچھ تجاویز رکھتا ہے تاکہ دنیا کے ہر گوشہ میں فکر ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو عام کیا جاسکے اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی سہ ماہی مجلہ ضیاء الثقافۃ ہے جسے قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کی اجازت سے شروع کیا گیا اور یہ پہلا تحقیقی اور علمی مجلہ ہے جو عربی، انگریزی ہر دو زبانوں میں اہلسنت کے پلیٹ فارم سے شائع کیا جاتا ہے اور بلاشبہ یہ اعزاز بھی دارالعلوم کو حاصل ہے کہ انتہائی قلیل عرصہ میں یہ علمی و تحقیقی پرچہ اندرون و بیرون ملک اپنے وقیع مواد کی وجہ سے شہرت حاصل کررہا ہے۔

ضیائے حرم: آپ نے پاکستان اور مصر ہر دو ممالک سے تعلیم حاصل کی ہے۔ ان دونوں ممالک کے

تعلیمی نظام کا تقابل کن الفاظ میں کرتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: چونکہ فقیر کو دارالعلوم بھیرہ شریف اور عالم اسلام کی مایہ ناز یونیورسٹی جامعہ الازہر کے گلستان علم و حکمت سے خوشہ چینی کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ مجھے دارالعلوم اور جامعہ الازہر کے علمی منہج میں کوئی بنیادی فرق محسوس نہیں ہوا کیونکہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے وہی نظام اختیار کیا جو جامعہ الازہر کا طرۂ امتیاز ہے اور اس کو دوسرے دینی اداروں سے ممتاز کرتا ہے۔ نہ اس میں مسلکی تعصب کی تعلیم دی جاتی ہے نہ ہی بے سوچے سمجھے حفظِ کتب پر زور دیا جاتا ہے اور نہ ہی غیر تحقیق شدہ مواد کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ منہجی اعتدال، فہم و ادراک، علمی تحقیق اور ادب و تربیت کے حصول پر خصوصی توجہ مبذول کی جاتی ہے اور یہی صفات دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو دیگر ہم عصر اداروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ علم اور وسعتِ فکر کے اعتبار سے اگر جامعہ الازہر کو سمندر مانا جائے تو بلاشبہ دارالعلوم بھیرہ شریف اس سے پھوٹنے والے ایک دریا کی حیثیت رکھتا ہے۔

ضیائے حرم: ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ کیا آپ بھی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے تحریر و تصنیف کی اس عظیم علمی روایت کو آگے بڑھائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: میں ہمیشہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کوئی ایسا کام لے جو میری ذات کیلئے بھی اور امت کیلئے بھی نفع کا باعث ہو۔ اس حوالہ سے تفسیر، حدیث اور جدید فقہی مسائل کے حوالہ سے کام کرنے کا ارادہ ہے۔ چونکہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا آئندہ امت مسلمہ پر جو بھی حملہ کیا جائے گا وہ حدیث کے حوالہ سے ہوگا۔ قرآن اور سیرت میں تشکیک پیدا کرنے کے حربے کارآمد نہ ہو سکے تو دشمنان دین متین حدیث کے فن میں اپنی شیطانیت کا اظہار کریں گے اور امت مسلمہ کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی مذموم سعی کریں گے۔ جیسا کہ بعض لوگوں، جو اپنے آپ کو محدث اعظم کہلواتے ہیں، کی طرف سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش اظہر من الشمس ہے اور مقام افسوس ہے کہ من مانی کرتے ہوئے صحیح احادیث کو جو کہ ان کے عقائد سے متعارض ہیں ضعیف اور موضوع قرار دے کر امت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے بغیر مسلمان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں اور یہ لوگ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شمع

کو بجھانا چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے نہ ان کے آباؤ اجداد سے بجھی ہے نہ ان سے بجھے گی۔ تصنیف وتالیف کے حوالہ سے فقیر کے دل میں بہت سی خواہشیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ عملی اقدام کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ضیائے حرم: حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

"انقلاب برپا کرنے کیلئے زندگی کے ہر شعبہ میں لوگوں کو تیار کر کے بھیجنا ضروری ہوتا ہے تا کہ جب انقلاب کا نعرہ لگایا جائے تو اس کے داعی کے ساتھ ہر شعبہ حیات سے لوگوں کی ایک قابل لحاظ تعداد اٹھ کر کھڑی ہو جائے اس کے بغیر محض نعروں سے انقلاب برپا نہیں کیا جا سکتا۔"

قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے پلیٹ فارم سے یہ کارنمایاں سرانجام دینے کے متمنی تھے لیکن اگر دیکھا جائے تو چند شعبوں کے علاوہ دارالعلوم کے فضلاء کی نمائندگی دیگر شعبوں میں نہیں پائی جاتی۔ آپ قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس وژن کیلئے کہ جس کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں لوگ ہونے چاہئیں، کیا لائحہ عمل رکھتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: میرے علم کے مطابق دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء مختلف شعبہ ہائے حیات میں کام کر رہے ہیں۔

فاما الزبد فیذھب جفآء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ....

ترجمہ: "پس بیکار جھاگ تو رائیگاں چلا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کیلئے نفع بخش ہے تو وہ زمین میں باقی رہے گی۔"

یعنی جھاگ نظر آتی ہے اور پختہ کام دیر سے نظر آتا ہے لیکن دیرپا ہوتا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تنظیمی حوالہ سے بہتری کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے اس کے ثمرات سے مستفید ہو سکتے ہیں اور میرا ایمان کامل ہے کہ آئندہ وقت دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا ہے جو اپنی علمی، فکری، روحانی اور اخلاقی پختگی کے ساتھ قوم کی نیا کو ساحل آشنا کرے گا اور ہمارا منشور ورفعنا لک ذکرک ہے اور دارالعلوم سے وابستہ ہر شخص کی خواہش ہے کہ اپنے پیر ومرشد کے سائے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ناز تک پہنچے اور قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ (آمین)

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

ضیائے حرم: ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت ضیائے حرم کا اجراء کیا اس وقت رسائل کا رائے عامہ کی ہمواری اور ان کی راہنمائی میں اہم کردار تھا۔ اب میڈیا کا افق وسیع ہو چکا ہے۔ آپ فکر ضیاء الامت کی ترویج اور میڈیا میں موثر کردار ادا کرنے کیلئے ادارہ ضیائے حرم کو کن خطوط پر استوار کرنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: سب سے پہلے فقیر ضیائے حرم کے قارئین کو یہ بتانا چاہے گا کہ جب ضیائے حرم کا اجراء ۷۰ء کی دہائی میں ہوا تو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جو اداریے (سرِّ دلبراں) تھے انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ کے افراد کو راہنمائی بہم پہنچائی۔ بالخصوص ایوان حکومت میں عیش وعشرت سے لت پت افراد کو جھنجھوڑا اور اپنی ذمہ داریاں جو کہ قوم وملت کی ترقی کے سلسلہ میں ان پر عائد تھیں ان کا احساس دلایا۔ اس لئے اس وقت کے حکمران ضیائے حرم کی مقبولیت سے لرزاں رہتے تھے۔ کئی بار اس کی بندش کے احکام بھی جاری ہوئے لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ضیائے حرم کا جو منشور ہے۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست

اس کے مطابق بات سنورتی گئی اور دلوں میں اترتی گئی۔ پھر ضیائے حرم کی ادارتی ذمہ داری ۱۹۸۶ء میں قبلہ حضرت پیر امین الحسنات شاہ صاحب کو سونپی گئی تو آپ نے فکر ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں امت کو راہنمائی فراہم کی جس کی وجہ سے قوم ہر کڑے موقع پر ضیائے حرم کو دیکھتی ہے اور اب بھی ایوان ہائے حکومت میں اس کی گونج سنائی دیتی ہے اور باطل کے سورماؤں کو ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں ضیائے حرم کی روشنی ہمارے ظلمت کدوں کو نیست ونابود نہ کر دے۔ فقیر کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ سے امید واثق ہے کہ ضیائے حرم ملت اسلامیہ کیلئے ہمیشہ مینارۂ نور کا کام دیتا رہے گا۔

عصر حاضر میں جدید وسائل ابلاغ کا استعمال بھی از حد ضروری ہے تا کہ ہر شخص اپنی ذہنی سطح اور مادی وسائل کے مطابق ان سے مستفید ہو سکے۔ آج جبکہ باطل قوتیں عریانی وفحاشی کے پھیلانے اور طرح طرح کے عقائد باطلہ سے ملت کے افراد کو گمراہ کرنے کیلئے ان وسائل کو استعمال کر رہی ہیں تو ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان وسائل کے اچھے استعمال سے ہم تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیں۔ وقت کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور فکر ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سے آج کے جوان کو آشنا کرنے کیلئے

ضیاء الامت ویب سائٹ کا آغاز بھی ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ اس کو مزید فعال اور مؤثر بنایا جائے گا۔

ضیائے حرم: آپ ماہنامہ ضیائے حرم کی وساطت سے اپنے پیر بھائیوں اور ارادت مندوں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: آپ نے بہت عمدہ بات کی اس موقع پر مجھے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جو ہمارے ساتھ پیش آیا۔ جب ہمارے گھر بنے تو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سب بھائیوں کو گھروں کی چابیاں عطا فرمائیں تو ساتھ تفسیر ضیاء القرآن بھی عطا فرمائی اور فرمایا اس دستور کو اپنی ذات' اپنے گھروں اور اپنے حلقے میں نافذ کرو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر میں فکر ضیاء الامت کو چند لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کروں تو وہ چند پہلو یہ بنتے ہیں: ا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان۔ ۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان' ظاہر و باطن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب ۳۔ صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیائے کرام کے ساتھ محبت۔ چونکہ قرآن و حدیث کی جو تعبیر اصفیاء امت نے کی ہے اس کے ذریعہ سے ہی امت کو بچایا جا سکتا ہے اور ترقی کی راہ پر دوبارہ گامزن ہوا جا سکتا ہے۔ میں ادارہ ضیائے حرم کا مشکور ہوں جس نے مجھے اپنے جذبات قارئین کرام تک پہنچانے کا موقع دیا۔ میں اپنے تمام مشفق بھائیوں قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب' قبلہ الحاج حفیظ البرکات شاہ صاحب' قبلہ میجر محمد ابراہیم شاہ صاحب' قبلہ محمد محسن شاہ صاحب اور قبلہ فاروق بہاؤ الحق شاہ صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کمال شفقتوں سے نوازتے ہوئے فقیر کو مصر روانہ کیا اور اس علمی سفر کی تکمیل میں اپنی اولاد سے بڑھ کر میرا خیال رکھا۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خانوادہ' دار العلوم کے تمام اساتذہ کرام اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی تحریک کے ہر فرد سے امید ہے کہ جس طرح آج تک انہوں نے اپنی آہ سحر گاہی میں فقیر کو یاد رکھا آئندہ بھی فراموش نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے محبوب کریم کی محبت عطا فرمائے اور دین اسلام کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھیرہ شریف اور اس دار العلوم کو ہمیشہ سلامت رکھے اور مجھ فقیر کو اور میری آنے والی نسلوں کو اس کی چاکری نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس)

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

محمد سلیمان اسدی دوسری قسط

توقیر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم کی روشنی میں

نام کی جگہ نبوت ورسالت کے القاب سے بلانا:

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں جابجا انبیاء ورسل علیہم السلام سے مخاطب ہوا ہے۔ یہاں جو چیز بطور خاص قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی ناموں سے پکار کر خطاب کیا مگر نبی کریم ﷺ سے جب خطاب ہوتا ہے تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ذاتی نام کی جگہ وصفی نام سے پکارا جاتا ہے۔ درحقیقت اس میں آپ ﷺ کی عزت ووقار افضلیت کی جھلک دکھائی گئی ہے کہ یہ رسول مکرم وہ ذات گرامی ہیں کہ دوجہاں کا مالک حقیقی بھی آپ ﷺ کی اتنی تکریم فرما رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے کچھ مقامات پر آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق چند خطابات ملاحظہ ہوں: (i) وَیَآدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ (۴۸)

"اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی جنت میں قیام کیجئے۔"

(ii) یَا نُوحُ اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (۴۹)

"اے نوح! بے شک یہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے، کیوں کہ اس کے کام اچھے نہیں ہیں۔"

(iii) وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا (۵۰)

"ہم نے آواز دی اسے کہ اے ابراہیم علیک السلام! آپ نے خواب سچ کر دکھایا۔"

اسی طرح حضرت لوط، حضرت داوود، حضرت موسیٰ، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے برگزیدہ انبیاء کرام کو حق تعالیٰ نے ان کے ذاتی اسماء سے مخاطب کیا۔ جبکہ حضور رسالت مآب ﷺ کو ہمیشہ آپ ﷺ کے وصفی اسمائے مبارکہ سے مخاطب فرمایا۔ (۵۱)

اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جابجا منصب رسالت ونبوت کے

ساتھ متصف کر کے پکارا ہے۔ مثلاً (i) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (۵۲)

''اے رسول مکرم معظم آپ غم نہ کریں ان کا جو دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں۔''

(ii) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ (۵۳)

''اے رسول! پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا آپ کے رب کی طرف سے۔''

(iii) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۵۴)

''اے نبی مکرم! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں میں سے۔''

درحقیقت یہ آیات قرآنیہ اس بات کی غماض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے رفع درجات اور علو شان کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب واضح طور پر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے پیغمبر ﷺ کو پکارنا ہے تو ان کی عظمت و وقار کا خیال رکھتے ہوئے آپ ﷺ کو صدا کی جائے۔ اس پر مزید حکم صادر فرمایا ''لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا'' (۵۵) علامہ جار اللہ زمخشریؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ''وَلَا تَقُولُوْا: يَا مُحَمَّدُ وَلٰكِنْ يَا نَبِيَ اللّٰهِ، وَيَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَعَ التَّوْقِيْرِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالصَّوْتِ الْمَخْفُوْضِ وَالتَّوَاضُعِ '' (۵۶) ''اور یا محمد کے الفاظ سے نہ پکارو بلکہ توقیر و تعظیم کے ساتھ یا محمد کی بجائے یا نبی اللہ یا یا رسول اللہ کے ساتھ پکارنا ہے۔'' (ہمارے وہ دوست جو اپنی سنیت کا اظہار کرنے کے لیے جا بجا حتیٰ کہ مرغیوں کی دکانوں پر بھی، جہاں سے ہر وقت بد بو آ رہی ہوتی ہے، یا اللہ اور یا محمدؐ جیسے کلمات لکھتے ہیں، انہیں تعظیم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں سوچنا چاہیے کہ کیا ان کا یہ عمل کہیں تعظیم رسول اکرم ﷺ کے منافی تو نہیں ہے؟)۔

رسول اکرم ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت:

صلح حدیبیہ کے مقام پر جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کیلئے بیعت لی تھی، اس بیعت کو اللہ تعالیٰ اپنی بیعت سے تعبیر فرماتے ہیں کہ درحقیقت ان کی آپس کی بیعت، اللہ کی بیعت ہے۔ ارشاد باری ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا

يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (۵۷)

''بیشک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں، یہ حقیقت میں اللہ کی بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھ سے اوپر ہے۔''

آپ ﷺ کی بدولت احکام شرعیہ میں سختی ختم ہوئی:

آپ کی بعثت سے قبل کی شرائع اور امتوں میں حلت وحرمت کے کچھ ایسے احکامات تھے جنہیں بنی نوع انسان کی فطرت وطبیعت اپنے اوپر بوجھل اور گراں شمار کرتی تھی۔ اسلام میں نبی مکرم ﷺ کے تصدق سے ان تمام کو منسوخ کر دیا گیا۔ مثلاً قتل عمد اور خطا دونوں صورتوں میں توبہ کی قبولیت' جان کے بدلے جان کے نذرانے کے ساتھ مشروط تھی۔ چمڑے یا کپڑے پر نجاست لگ جانے کی صورت میں نجاست کی جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا اور دوران جہاد حاصل ہونے والے مال غنیمت کو جلا دینے کا حکم تھا مگر آپ ﷺ کی وجہ سے بہت سے احکامات میں نرمی کا حکم نازل ہوا چنانچہ موضع نجاست میں محض پانی بہا دینا کافی سمجھا گیا اور مال غنیمت کو استعمال میں لانے کی اجازت دی گئی۔ (۵۸) جیسا کہ ابو وائلؓ کی صحیح مسلم میں روایت ہے: كَانَ اَبُوْمُوْسٰى يُشَدِّدُ فِى الْبَوْلِ، وَيَبُوْلُ فِىْ قَارُوْرَةٍ، وَيَقُوْلُ: اِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ كَانَ اِذَا اَصَابَ جِلْدَ اَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيْضِ (۵۹) چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی نوعیت کی طرف اشارہ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ الَّذِىْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۶۰)

''جو لوگ اس رسول مکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جس کا نام اپنی کتابوں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتا ہے اور خبائث کو حرام کرتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور وہ قید جو ان پر تھی، اتارتا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کی آمد سے یہود کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پنجہ والے جانوروں کے کھانے کی حرمت نازل فرمائی تھی مگر آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کے شرف واعزاز

میں ایسے جانوروں کی حلت صادر فرمائی: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا (٦١) "ہم نے یہودیوں پر تمام پنجے والے جانور، گائے، بکریاں حرام کردیئے، اوران پر ان کی چربی حرام کی۔"

اللہ تعالیٰ کا خاتم الرسل ﷺ کو مقام اطاعت میں اکٹھا ذکر کرنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام مقدس میں جہاں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم فرمایا ہے وہاں اپنے پیارے نبی ﷺ کا بھی ساتھ ذکر فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مجید کے کم از کم آٹھ مقامات ایسے ہیں جہاں کچھ ایسا ہی بیان ہوا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔(۱) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۶۲) "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو" (۲) وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۶۳) "جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے، تو وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔" (۴) وَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِه (۶۴) "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ"

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی مکرم ﷺ کی عزت واکرام کی خاطر بنی نوع انسانیت پر یہ لازم کردیا ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا درکار ہے تو پھر میری طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر کی اطاعت کرو۔اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۶۵)

"اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو (اس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

اسی طرح معصیت کے حوالے سے اس بات کی تنبیہ کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی نافرمانی انسان کی گمراہی کا بن سکتی ہے۔لہذا نافرمانی سے بچو۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (۶۶) "اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول مکرم کی نافرمانی کرے گا" ساتھ اس پر تنبیہ کردی کہ اطاعت امر کے ساتھ اجابت میں دونوں کا لحاظ رکھنا۔اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (۶۷) "اللہ اور رسول کی بات کو قبول کرو"

اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں اپنی جلالت شان اور علو مرتبت بیان فرمائی تو اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کا ذکر بھی ساتھ کیا ہے۔وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِه (۶۸)

حق تعالیٰ نے جہاں اپنے بندوں کے ساتھ اپنی شفقت ورافت کا اظہار فرمایا تو وہاں اپنے فرستادہ نبی مکرم ﷺ کی صفت کو بھی اسی انداز سے بیان فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۶۹) اور اسی طرح اپنے پیارے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا: حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۷۰)

ذو معنی لفظ کے استعمال سے ممانعت:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۷۱)

"اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو بلکہ "انظرنا" کہو اور سنو، کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

راعنا ذو معنی لفظ ہے۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمائیے اور صحابہ کرامؓ بارگاہ رسالت ﷺ میں جب حاضر ہوتے اور حضور کریم ﷺ کے کسی ارشاد گرامی کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تو عرض کرتے "راعنا" اے حبیب مکرم! ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے۔ ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں مستعمل ہوتا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کی عزت وتعظیم کا اتنا پاس ہے کہ ایسے لفظ کا استعمال ہی ممنوع فرمادیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے آیات کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اسی چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فِیْهَا دَلِیْلٌ عَلَی تَجَنُّبِ الْاَلْفَاظِ الْمُحْتَمِلَةِ الَّتِیْ فِیْهَا التَّعْرِیْضُ لِلتَّنْقِیْصِ وَالْغَضِّ " (۷۲)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت ﷺ میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال تک ہو۔ امام مالکؒ نے تو ایسے شخص کو حد قذف لگانے کا حکم دیا ہے۔

رَاعِنَا کی جگہ "اُنْظُرْنَا" (یعنی ہماری طرف نگاہ لطف فرمائیے) کہا کرو، کیوں کہ یہ لفظ ہر طرح کے احتمالات فاسدہ سے پاک ہے۔ "وَاسْمَعُوْا" کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرمادی ہے کہ جب رسول ﷺ تمہیں کچھ ارشاد فرمارہے ہوں تو ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرو۔ تاکہ "انظرنا" کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیوں کہ یہ بھی تو آداب بارگاہ نبوت کے مناسب نہیں کہ ایک ایک بات تم بار بار پوچھتے رہو۔ یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم عرش وفرش کے مالک نے غلامان مصطفیٰ ﷺ کو دی۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید وبایزید ایں جا
(۷۳)

''لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا'' سے جو چیز انسانی عقل کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ایسا لفظ یا کوئی ایسا کلمہ جو کثیر المعانی ہونے کے ناطے اپنے اندر ذات نبی ﷺ کی گستاخی، بے ادبی کا شائبہ رکھتا ہو، خواہ وہ کسی زبان کا ہو، اس کا استعمال آپ کے حق میں بولنا حرام ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں لفظ ''راعنا'' جو ذو معنی ہونے کے ساتھ اپنے اندر تحقیر و تنقیص رسول ﷺ کی بو دیتا ہے۔ اس لئے ایسے تمام کلمات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ مودودی صاحب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہودی جب آپ ﷺ کی مجلس میں آتے تو اپنے سلام اور کلام میں ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کا غبار نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ ذو معنی الفاظ بولتے تھے، زور سے کچھ کہتے اور زیر لب کچھ اور کہہ دیتے اور ظاہری ادب و آداب برقرار رکھتے ہوئے در پردہ آپ ﷺ کی توہین کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ جب یہودیوں کو دوران گفتگو کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ ٹھہریئے، ذرا ہمیں یہ بات سمجھ لینے دیجئے تو وہ ''راعنا'' کہتے تھے۔ اس لفظ کا ایک تو ظاہری مفہوم تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجئے یا ہماری بات سن لیجئے۔ مگر اس میں کئی اور احتمالات بھی تھے۔ مثلاً عبرانی میں ملتا جلتا ایک لفظ تھا، جس کا معنی تھا، ''سن، تو بہرا ہو جائے'' اس کے ایک معنی صاحب رعونت اور جاہل واحمق کے بھی تھے اور گفتگو میں یہ ایسے موقع پر بھی بولا جاتا تھا، جب یہ کہنا ہو کہ تم ہماری سنو، تو ہم تمہاری سنیں اور ذرا زبان کو لچکا دے کر ''راعینا'' بھی بنا لیا جاتا تھا۔ جس کے معنی ''اے ہمارے چرواہے'' کے تھے۔ (۷۴)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

رَاعِنَا بِلِسَانِ الْيَهُوْدِ اَلسَّبُّ الْقَبِيْحُ يَقُوْلُوْنَ ذٰلِكَ سَمِعُوْا اَصْحَابَهٗ وَيَقُوْلُوْنَهٗ اعلنوا بهاله فكانوا يَقُوْلُوْنَ ذَالِكَ وَيَضْحَكُوْنَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَنَزِلَتْ فَسَمِعَهَا مِنْهُمْ سَعِيْدُ بْنُ مَعَاذٍ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِ يَا اَعْدَاءَ اللّٰهِ اَلَئِنْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَعْدَ هٰذَا الْمَجْلِسِ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَهٗ (۷۵)

''لفظ ''راعنا'' لغت یہود میں بری گالی ہے۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے

تو اس لفظ کے ساتھ بلند آواز سے کہنے کا کہتے تو وہ اس طرح ہی کہتے تو اس پر یہود کے دیگر لوگ ہنستے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جب حضرت سعید بن معاذ نے اس کے نزول کے بعد ان سے یہ کلمہ سنا تو کہا: اے اللہ کے دشمنو! اگر میں نے تم میں سے کسی شخص سے بھی آج کے بعد یہ لفظ سنا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

آپ ﷺ کو حَکَم تسلیم کرنا ہی ایمان ہے:

اللہ تعالیٰ نے ﷺ آپ کی عزت وناموس کی خاطر یہ حکم فرمایا ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے کئے ہوئے فیصلہ پر تنگی محسوس کرتے ہوئے اس پر انکار کرے گا۔ درحقیقت ایسا شخص ایمان کی حالت سے خالی وعاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتَّیٰ یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوا فِیْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیماً(۷۶)

"آپ کے رب کی قسم ہے، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو اپنا حَکَم تسلیم نہ کرلیں اور پھر آپ کے کئے ہوئے فیصلوں پر تنگی اور گرانی محسوس نہ کریں اور پوری طرح فیصلہ کو مان نہ لیں۔"

درود وسلام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام مجید میں آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر یہ حکم فرمایا ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ اس کے پیارے ہادی ﷺ پر درود وسلام کا تحفہ بھیجیں۔ یہ اعزاز واکرام صرف انسانوں کی طرف سے نہیں بلکہ اس بات کا بھی پتہ دیا کہ خود آپ ﷺ کا معبود اور اس کے فرشتے بھی ان پر درود وسلام کا تحفہ بھیجتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلاَئِکَتَهُ یُصَلُّونَ عَلَى النَّبِیِّ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیماً(۷۷)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔"

چنانچہ اسی وجہ سے اہل علم نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام کا تحفہ بھیجنا ضروری ہے۔

شفاعت عظمیٰ کے ذریعے اعزاز واکرام:

اللہ جل جلالہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو قیامت کے دن مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جہاں پر آنحضرت ﷺ پوری انسانیت کے لیے شفاعت فرمائیں گے خصوصاً اپنی امت کی۔ سب لوگ حساب وکتاب کی التجا کر رہے ہوں گے کہ کسی طرح جلدی سے حساب وکتاب ہو اور نیک وبد کے درمیان فرق ہو لیکن اس وقت کوئی ایسی ذات نہیں ہوگی جو اللہ جل جلالہ کے قہر اور جلال کے سامنے بات کرے۔ یہ سارے حضور ﷺ کی ذات گرامی کے پاس حاضر ہوں گے اور حضور ﷺ سے عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ حساب وکتاب شروع فرمائے۔ اس وقت اللہ جل جلالہ سے حضور ﷺ سجدہ ریز ہو کر دعا کریں گے۔ آپ ﷺ جس مقام پر دعا اور شفاعت کریں گے وہ مقام محمود ہوگا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۷۸) ''عنقریب آپ کو آپ کا رب مقام محمود عطا کرے گا'' اور یہ مقام محمود ہی مقام شفاعت ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: هُوَ الْمَقَامُ الَّذِىْ اَشْفَعُ فِيْهِ اُمَّتِىْ۔ (۷۹) اور اسی نوعیت کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح مسلم میں بھی وارد ہوئی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ''(۸۰)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی پوری اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میں قبر سے نکالا جاؤں گا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے کہ قیامت کے دن کی فضیحت اور رسوائی سے حفاظت فرمائیں گے جس وقت نفسا نفسی کا عالم برپا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ'' (۸۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا نہیں کرے گا۔ (جاری ہے)

شیخ الحدیث علامہ محمد معراج الاسلام

قربانی کے مسائل و بصائر

قربانی کی اہمیت:

قربانی اسلام کے آفاقی اصول اور حکیمانہ شعائر کے مقدس سلسلے کی زریں اور معنی خیز کڑی ہے جسے اسلام میں بڑی اہمیت دی گئی اور توحید کے پرستاروں پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ ہر سال اس ابراہیمی سنت کے احیاء میں گرمیِ عمل کا مظاہرہ کریں' اس طریقہ کو زندہ رکھیں اور رسمِ وفا نبھانے کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ اسلامی سال کے آخری مہینے کی دس گیارہ اور بارہ تاریخ کو رضائے الٰہی کیلئے جانور ذبح کرنے کا نام قربانی ہے جو امت کے اصحاب ثروت پر واجب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہدِ محبت و وفا کی یادگار کے طور پر جاری فرمایا اور پھر ساری زندگی اس پر مواظبت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی حیات ظاہری کے جو دس سال گزارے ان میں پابندی کے ساتھ ہر سال قربانی دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ۔

صرف اسی پابندی اور باقاعدگی پر اکتفانہ فرمایا بلکہ اس حسین عمل کے ساتھ اپنی ذہنی وابستگی اور اس کی غیر معمولی اہمیت واضح کرنے کیلئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کا یہ سلسلہ جاری رکھیں اور اس میں کوتاہی نہ ہونے دیں چنانچہ حاضر باش چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کا یہ سلسلہ جاری رکھا اور اس معمول میں فرق نہ آنے دیا۔

عَنْ حَنَشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَہٗ مَاھٰذَا

فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ.

قربانی کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا عَمَلُ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا.

قربانی کے دنوں میں اللہ کے دربار میں قربانی کا خون بہانے سے زیادہ مقبول عمل کوئی نہیں۔ قیامت کے روز قربانی کے بال ناخن اور سینگ تک اس کے نامۂ اعمال میں ہوں گے۔ قربانی کا خون بہنے سے پہلے ہی دربار خداوندی میں قبولیت حاصل کرلیتا ہے اس لئے خوش دلی اور رغبت کے ساتھ قربانی دیا کرو۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا: ''اس روز اللہ کے ہاں وہ روپیہ پیسہ بہت محبوب ومقبول ہوتا ہے جو قربانی پر صرف کیا جائے۔''

قربانی کے اجراء وقیام کے سلسلے میں یہ خصوصی ارشادات اس حقیقت کا ٹھوس ثبوت ہیں کہ یہ عمل سطحی نوعیت کا نہیں کہ دل چاہے تو کوئی اپنا لے اور دل آئے تو تاویلات کا سہارا لے کر اس سے جان چھڑانے کا بندوبست کرے بلکہ اس عمل میں حضور علیہ السلام کی دلچسپی، مواظبت اور باقاعدگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی ہیئت، انداز اور طریقہ مخصوص ہے۔ ان خطوط سے اسے بدلا نہیں جاسکتا۔ آپ ﷺ کے ارشاد میں یہ بات بڑی ہی معنی خیز اور معجزانہ ہے کہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے روپیہ پیسہ خیرات کرنا نہیں، کیونکہ خیرات وصدقات کا سلسلہ تو بارہ مہینے جاری رہتا ہے مگر قربانی کا عمل ان تین ایام کیلئے مخصوص ہے۔ اس لئے قربانی کا ثواب اسی کیلئے ہے جو جانور قربان کرے۔

قربانی کو اہمیت دینے کی وجہ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خون بہانے پر اتنا زور کیوں دیا گیا ہے جبکہ بظاہر یہ فعل مستحسن دکھائی نہیں دیتا اور اسلام ویسے بھی دین رحمت وشفقت ہے، جس کا تقاضا ہے کہ خیرات وصدقات اور روپے پیسے کی تقسیم ہی کو قربانی کا درجہ دے دیا جاتا۔ اس کا جواب ایک اصول موضوعہ کے سمجھ لینے پر موقوف

ہے: اسلام کوئی مادہ پرست دین نہیں ہے کہ اس کا مقصود محض تکنیکی تعلیم حاصل کرنا' زندگی میں مشین بن جانا' عیش و عشرت' غلاظت و خباثت میں بے مقصد حیات کے دن پورے کر کے مرجانا اور روح کو ہمیشہ کیلئے کربناک اذیت میں مبتلا چھوڑ جانا ہو۔ بلکہ اس کا ایک بہت ارفع و اعلیٰ مقصد حیات ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے خالق سے محبت کرنا سیکھے' اپنی خواہشات و مرغوبات اور چاہتوں کو اس کی رضا پر قربان کر دے' اس کا کوئی عمل اس کی محبت اور چاہت سے خالی نہ ہو۔ یہ حکم دے کر اسلام نے انسان کو بے قید و آزاد اور شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا کہ اس کی محبت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہے بلکہ اس میدان میں اس کیلئے باقاعدہ راہنما اصول وضع کئے ہیں۔ اس کی رہبری و اعانت کا پورا پورا انتظام کیا ہے اور ایسی عملی ہدایات جاری کی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اس محبت کے ڈھنگ سیکھ سکتا ہے اور پھر مبتدی سے منتہی بن سکتا ہے۔ قربانی اسی کتاب عشق کا ایک حسین ورق ہے جس میں محبت کی تعلیم و تربیت سے لے کر اس محبت پر سب کچھ قربان کر دینے اور عزیز ترین متاع کی بازی تک لگا دینے کا انداز دیوانگی سکھایا اور اس کا قاعدہ سمجھایا جاتا ہے۔ عشق ہی قربانی کا نصاب ہے اور فدائیت و جاں نثاری اس کے مختلف ابواب ہیں۔ محبت الٰہی پر اپنی محبتیں' چاہتیں اور رغبتیں' برضا و رغبت قربان کر دینے کی عملی تربیت کیلئے اس کتاب عشق کا پہلا سبق یہ ہے:

سَمِّنُوا ضَحَایَاکُمْ۔ ترجمہ: ''اپنی قربانی کے جانور خوب پال پوس کر موٹے کرو۔''

اس میں یہ فلسفہ اور حکمت کارفرما ہے کہ جانور کی نگہداشت' حفاظت و غذا اور دیکھ بھال میں دلچسپی لیتے لیتے انسان کو اس کے ساتھ انس ہو جائے' وہ اسے اولاد کی طرح چاہنے لگ جائے' یہ تصور ذہن میں رکھے چونکہ اسے راہ محبوب میں قربان کرنا ہے اس لئے یہ معزز مہمان قابل تکریم اور مستحق خدمت ہے۔ اس کی خدمت باعث سعادت ہے۔ یہ سوچ کر اسے توجہات کا مرکز بنا لے' پھر جب عید قربان کے موقع پر اسے ذبح کرنے کا وقت آئے تو وہ ہزار بار سوچنے اور دل پکڑنے پر مجبور ہو جائے۔ چھری چلاتے وقت اسے محسوس ہو کہ یہ چھری ایک جانور کے گلے پر نہیں بلکہ اس کے سگے بیٹے کے حلقوم ناز پر چل رہی ہے۔ سال بھر کی محنت و شفقت اس کے دل میں رحم و محبت کے یہ جذبات انڈیل دے۔ اس کی یہی کیفیت ہو مگر اس عالم میں بھی اس کی آنکھوں سے غم و حسرت سے آنسو بہے نہ زبان سے کلمہ تاسف دیا اس نکلے بلکہ پیکر صبر و رضا بن کر سب کچھ دیکھے اور اُف تک نہ کہے۔

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ارباب شوق جو قربانی کی غرض وغایت سے واقف ہیں وہ اسی طرح جانور پالتے اور خدمت کرتے ہیں۔ پھر جب قربانی کا وقت آتا ہے تو ان کی یہی حالت اور کیفیت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ تو ذبح کرنا کجا راہ ذبح ہوتے بھی نہیں دیکھ سکتے اور علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قربانی کے فلسفہ پر نظر رکھتے ہوئے یہ تصور و خیال ایک حقیقت ہے کہ قربانی دراصل ایک ٹریننگ سکول اور مرکز تربیت ہے جو بندے کو سارا سال محبت کا اداشناس بنانے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اسے عشق کا ہمیشہ سرگرم عمل، چاق وچوبند اور تازہ دم مسافر رہنے کے طریقے سکھاتا ہے اور محبوب کیلئے اپنی ہستی فنا کر دینے کی تربیت دیتا ہے۔ قربانی کی حکمت سمجھ میں آجانے اور اس کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اس مشورے کی کوئی وقعت اور قدر و قیمت نہیں رہتی جو بعض لوگ دیتے ہیں کہ قربانی کے دنوں میں قربانی کی قیمت ادا کر دینا ہی کافی ہے۔ ظاہر ہے یہ مشورہ فضول اور قربانی کی بنیادی حکمت اور فلسفہ سے ناآشنا ہونے کی دلیل ہے۔ محبت کا عملی ثبوت فراہم کرنے کیلئے جتنا مؤثر، جذباتی اور ولولہ انگیز ذریعہ قربانی ہے وہ روپیہ پیسہ نہیں۔ کیا چند ٹکے دیتے وقت بھی کسی کے کلیجے پر چھری چلتی ہے؟ دل ٹکڑے ہوتا ہے؟ مگر جانور ذبح کرتے وقت تو بعض لوگوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں جو قربانی کی حکمت پر آگاہی بخشتی ہیں۔ حکمت وبینش کیلئے قربانی پر ایک اور زاویے سے نظر ڈال لینا بھی بیجا نہیں۔

دین موسوی میں اطاعت وتقویٰ اور محبت خدا کا ثبوت فراہم کرنے کیلئے بڑی سخت شرائط اور کڑی پابندیاں تھیں۔ مثلاً گناہ ہو جانے کے بعد صدق نیت سے توبہ کا ثبوت فراہم کرنے کیلئے جان کی قربانی کرنا پڑتی تھی۔

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ.

ترجمہ: ''بچھڑے کو خدا بنا کر تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ اب تم بارگاہ خالق حقیقی میں توبہ کرو۔ (اس کی صورت یہ ہے کہ) اپنے آپ کو قتل کرو۔''

گندگی لگ جائے تو کپڑا دھونے کی اجازت ورخصت نہیں تھی بلکہ جلانا پڑتا تھا۔ اس طرح گزشتہ امتوں میں قربانی کیلئے ذبح اور نحر کا حکم بھی نہیں تھا کہ جانور ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع حاصل کر سکتے بلکہ ان کی قربانی کی قبولیت کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آسمانی بجلی کوند کر اسے بھسم کر جاتی تھی۔

انسانی قربانی یا خودکشی کا تصور بڑا ہولناک ہے۔ برضا ورغبت اپنا یا اپنے کسی عزیز کا گلا کاٹنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اگر اسلام میں بھی محبت خداوندی اور فرمانبرداری واطاعت کا معیار اسی قسم کی خودکشی یا انسانی قربانی کو بنادیا جاتا تو شاید ہی کوئی اس معیار پر پورا اترتا۔ یہ اسلام کا حکیمانہ نظام ہے کہ اس دین میں قربانی کی رسم تو رہنے دی تاکہ روحانی تربیت کے مقاصد حاصل ہوتے رہیں مگر اسے فطرت کے مطابق بنادیا۔ انسانی بلیدان یا بھینٹ کو دہشت ودرندگی قرار دیا اور انسانی جان لینا تو کجا رہا صورت تک مسخ کرنے کی ممانعت کردی اور جانور کی قربانی کا حکم دیا تاکہ قربانی کے وقت انسان ہچکچانے سے محفوظ رہے اور قربانی کے مقاصد بھی حاصل کرلے۔

قربانی کے شرعی احکام وضوابط:

قربانی کی اسی اہمیت اور اس کے دوررس فوائد ونتائج کے باعث باقاعدہ اس کے آداب و ضوابط مقرر کیے گئے ہیں اور ان اصولوں کی اس درجہ پابندی کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی ان سے انحراف کرے تو قربانی ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں نادار لوگ رہتے تھے۔ اچھی غذا کی فراہمی ان کیلئے ایک مسئلہ تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کیلئے بے پناہ ہمدردی تھی۔ پہلے تو اس کے عملی اظہار کا موقع نہیں ملتا تھا مگر عید قربان کے دن انہیں موقع مل گیا۔ مزید کسمپرسی کی حالت میں انہیں دیکھتے رہنے کی تاب نہ رہی۔ چنانچہ نماز عید ہونے سے پہلے ہی اپنی بکری ذبح کرکے انہیں بھیج دی تاکہ وہ پیٹ بھر کر گوشت کھاسکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید کے بعد خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَاءُ بِهِ مِن يَومِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ.

ترجمہ: "آج کے دن کا آغاز ہم نماز سے کریں گے۔ پھر واپس جاکر قربانی دیں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے پہلے قربانی کرڈالی تو وہ قربانی نہیں بلکہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل وعیال کیلئے تیار کیا۔" (بخاری)

قربانی کے اوقات کے سلسلے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ شہروں میں نماز عید واجب ہے اس لئے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی نہیں ہوتی۔ ضروری ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد قربانی کریں۔ البتہ اگر متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھائی جاتی ہو تو اگر ایک جگہ بھی لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں چاہے دوسری جگہ ابھی نماز جاری ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔ دیہاتوں میں چونکہ نماز عید واجب نہیں اس لئے طلوع فجر کے وقت ہی سے قربانی دی جاسکتی ہے البتہ طلوع آفتاب کے بعد دینا افضل ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کے بعد جو دو راتیں آتی ہیں ان میں قربانی کی جاسکتی ہے مگر مکروہ ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ رات کے بجائے گیارہویں یا بارہویں کے دن قربانی کرے۔

قربانی کے مستحبات:

خوبصورت، پُر گوشت، طاقتور اور تندرست جانور قربانی کیلئے خریدنا مستحب ہے، صرف سر سے بوجھ اتارنے اور فرض پورا کرنے کیلئے کوئی معمولی سا جانور حاصل کرنا کوئی پسندیدہ بات نہیں، بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کیلئے چیز وہ ہونی چاہیے جو دیکھنے والوں کو حسین لگے اور سب داد دیں کہ واقعی اس عظیم بارگاہ میں ایسی ہی چیز پیش کی جانی چاہیے۔ ذبح کرتے وقت چھری کو اچھی طرح تیز کرنا بھی مستحب ہے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ اس کے سامنے یہ حرکت نہ کی جائے کیونکہ جانور چھری دیکھ کر سب سمجھ جاتا ہے۔ ذبح کے بعد جب یقین آجائے کہ روح نکل چکی ہے اور اب اعضا میں حس و حرکت باقی نہیں رہی تب کھال اتارنے کا عمل شروع کرنا چاہیے۔ ذبح کے فوراً بعد کھال اتارنے بیٹھ جانا اور اعضاء کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار نہ کرنا قساوتِ قلبی ہے۔

قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا مستحب ہے: ایک خود رکھ لے، دوسرا احباب اور قرابت داروں کو دے دے، تیسرا فقراء و مساکین اور اہل حاجت میں بانٹ دے۔ اگر سارا گوشت غریبوں میں بانٹ دے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر بہت ہی غریب ہو تو سارا گوشت اپنے گھر میں بھی رکھ سکتا ہے۔ قربانی کے جانور کو سجانے کیلئے اس پر جو منقش چادریں جھول کی صورت میں ڈالتے ہیں، اس کے گلے میں ڈالا جانے والا ہار اور دوسری متعلقہ چیزیں صدقہ کر دینی چاہئیں۔ قربانی کرنے والے کیلئے قربانی کی کھال گھر میں رکھ لینا بھی جائز ہے، تاکہ مصلّی، مشکیزہ یا ڈول وغیرہ بنا لے، لیکن اگر بیچ ڈالے تو

پھر رقم صدقہ کرنا ضروری ہے۔قصاب کی اجرت میں کھال دینا ممنوع ہے'اسے کھال اتارنے کے الگ پیسے دے اور جو کھال ہے وہ بعینہٖ صدقہ کرے یا بیچ کر رقم فقراء میں بانٹ دے۔اگر قربانی کرنے سے پہلے اس جانور سے بچہ پیدا ہو گیا تو اسے بھی قربان کر دیا جائے'یا بیچ کر رقم خیرات کر دی جائے۔

قربانی کے جانور:

پانچ سال کا اونٹ'دو سال کی گائے'بھینس اور ایک سال کی بکری وغیرہ ہی قربانی کے جانور ہیں۔اس سے کم عمر کے جانور کی قربانی درست نہیں'البتہ دنبہ یا بھیڑ کا بچہ اتنا پلا ہوا اور تندرست ہو کہ دیکھنے سے سال بھر کا معلوم ہوتا ہو'حالانکہ اس کی عمر چھ ماہ ہو تو بھی جائز ہے۔خصی جانور کی قربانی افضل ہے۔اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔اگر ایک حصہ دار ایسا شریک ہو جائے جس کی نیت میں فتور ہو'یعنی وہ صرف گوشت کھانا چاہتا ہو تو کسی کی قربانی نہیں ہو گی۔

لیکن اگر کسی حصہ دار کی نیت عقیقہ کرنا ہو تو یہ جائز ہے'قربانی بھی ہو جائے گی اور عقیقہ بھی'کیونکہ قربانی کی طرح عقیقہ بھی عبادت مالی کی ایک صورت ہے'فتور نیت کی علامت نہیں۔

اسباب ونتائج کا کھیل رضا اور قضا کی زد میں رہتا ہے۔اپنے اعمال کو دعا کے سہارے سے محروم نہ ہونے دیا جائے۔دریا عبور کرنے کے لیے کشتی ضرور سبب ہے لیکن گرداب سے نکلنے کے لیے دعا کا سفینہ چاہیے......جہاں سبب اور نتیجہ کی سائنس ختم ہوتی ہے وہاں سے رضا اور نصیب کی حد شروع ہوتی ہے.....اور رضا رضا ہے چاہے تو محنت کو مراد دے اور چاہے تو محنت کے بغیر بامراد کر دے۔

ملفوظات حضرت واصف علی واصفؒ

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

نزلہ، زکام، نزلہ اور ان کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت، خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔
شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2009

پروفیسر محمد سرور شفقت

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا درخشاں روحانی پہلو

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ میں مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے "مردِ مومن" کی تابندہ و درخشندہ صفات آفتابِ نصف النہار کی طرح جلوہ گر تھیں۔ عظیم قائد نے ہمیشہ تعلیماتِ اسلامیہ کی درخشاں روایات کو پیش نظر رکھا۔ ان حقائق پر ان کے خطبات و فرمودات، تاریخی واقعات و شواہد روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ ان کے حسن کردار، راست گفتاری اور ملی احساس کا عکس کھلی کتاب کی طرح واضح ہے۔

سیرت پہ جس کی داغ کا نام و نشان نہیں
صورت میں چاند سا ہے محمد علی جناح
دینِ خدا کا ہے محرم و اقبال کا رفیق
خورشید حق نما ہے محمد علی جناح

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا، لیکن روحانی پہلو قائد کی سیاسی زندگی کے پہلو میں "دب" گیا۔ یہاں میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کا حوالہ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نامور خلیفہ حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک نادر قلمی نسخہ "قرآن

مجید"، مدینہ منورہ کی ایک جائے نماز، ایک تسبیح، آبِ زمزم اور دیگر اشیاء روانہ فرمائیں۔ یہ تحائف موصول ہونے پر آپ نے سلام و دعا کے بعد جواباً لکھا تھا:

"جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا...... آپ نے "قرآن مجید" اس لئے عنایت فرمایا کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں، ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کریم کی تعلیم دے سکے...... جائے نماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیونکر مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا...... تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں، جو شخص اپنے پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے...... میں اس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا۔"

جب قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"میں حیدر آباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں۔ اتنی بُعدِ مسافت پر ان کو میرے مافی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ درآں حالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بیشک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی۔"

(تحریک پاکستان اور مشائخ عظام: محمد صادق قصوری، ص: ۶۴)

یہ ہے بابائے قوم علیہ الرحمہ کی روحانی زندگی کی ایک جھلک!

عبدالرشید بٹلر کی زبانی سنیے:

"قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ گورنر ہاؤس پشاور آئے تو رات دو بجے میں نے انہیں کافی پیش کی۔ اس وقت سردار عبدالرب نشتر، بابائے قوم سے ملاقات کیلئے گورنر ہاؤس میں موجود تھے، وہ ملاقات کر کے کوئی اڑھائی بجے کے لگ بھگ چلے گئے ہوں گے کہ سکیورٹی والوں نے مجھے

طلب کر لیا کیونکہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں اس شب جانے والا میں آخری سرکاری اہلکار تھا۔ سکیورٹی والوں نے مجھ سے پوچھا کہ: ''اس وقت کہیں کوئی شخص تو نظر نہیں آیا۔'' کیونکہ جس کمرے میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرے تھے اس سے ٹھک ٹھک کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ آواز ایک ردھم سے آتی اور پھر وقفہ آ جاتا وقفے کے بعد دوبارہ اس ردھم سے یہ آواز آتی، چونکہ سرحد میں سرخ پوشوں کا زور تھا اس لیے سکیورٹی والوں کو خدشہ لاحق ہوا کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی حملہ نہ کیا جا رہا ہو۔ ان کے دروازے پر دستک دینے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ چنانچہ مجھے ایک روشندان میں سے جھانک کر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم کرنے کا فرض سونپا گیا۔ یہ سارا کام انتہائی رازداری سے ہو رہا تھا۔ میں نے جونہی روشندان سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ فرش پر چل رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ بات میرے لئے تشویش کا باعث بنی اور میں اس کی وجہ معلوم کرنے کیلئے روشندان سے اندر جھانکتا رہا' لکڑی کے فرش پر چلنے کی وجہ سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جوتوں سے ٹھک ٹھک کی آواز پیدا ہو رہی تھی اور جب آواز رک جاتی تو وہ کمرے میں موجود انگیٹھی پر اپنی کہنیاں رکھ کر ایک کتاب سے کچھ پڑھتے اور پھر ٹہل کر اس پر غور کرتے اور روتے۔ میں نے یہ بات سکیورٹی والوں کو بتا دی جنہوں نے بتایا کہ ''بابائے قوم کے کمرے میں انگریزی زبان کا ترجمہ والا قرآن مجید کا نسخہ رکھا ہوا ہے۔'' اس پر میں سمجھ گیا کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک یا دو آیات شریف پڑھ کر ان کا ترجمہ پڑھنے کے بعد کمرے میں گھوم گھوم کر ان پر غور کرتے اور یہ معانی و مطالب ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی روانی کا موجب ہیں۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سپاہی جناب منیر احمد کہنے لگے کہ ''یہ تو بابائے قوم کا روزانہ کا معمول ہے۔''

گوشۂ تنہائی میں قرآن شریف پڑھنا
غور و فکر کرنا اور زار و قطار رونا

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام ہے اور لوگوں نے کیا مشہور کر رکھا ہے۔ العجب!!''

(روزنامہ نوائے وقت۔ راولپنڈی ۲۵۔ دسمبر ۱۹۹۷ء)

یہاں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سابق اے ڈی سی جناب محی الدین کی زبانی آپ کی نماز تہجد کا منظر ملاحظہ فرمائیے:

''یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ شیروانی صاحب کے بنگلہ میں مقیم تھے، تین بجے شب کے قریب فرسٹ فلور پر مسٹر جناح کے کمرے میں ایک زوردار آواز آئی۔ میں خود برابر والے کمرہ میں مقیم تھا، یہ آواز سن کر میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نیت باندھ کر نماز تہجد ادا کر رہے ہیں اور پانی کی ایک بوتل ٹوٹی پڑی ہے۔ پتہ یہ چلا اپنے خالق حقیقی (جل شانہ) کے سامنے سربسجود ہونے کیلئے اٹھے تو کسی طرح بوتل سے ان کا ہاتھ ٹکرا گیا اور وہ گر کر چکنا چور ہوگئی۔''

(عبدالرحمٰن خان، منشی۔ ''قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص: ۱۱۲)

حضرت مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

''میں ایک روز جناح صاحب کی کوٹھی پر صبح ایک نہایت ضروری کام سے پہنچا اور ملازم سے میں نے اطلاع کرنے کو کہا۔ ملازم نے کہا کہ ''اس وقت ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے، آپ تشریف رکھئے تھوڑی دیر میں جناح صاحب خود تشریف لے آئیں گے۔''

چونکہ مجھے نہایت ضروری کام تھا اور میں اس کو جلد سے جلد جناح صاحب سے کہنا چاہتا تھا اس لئے مجھے ملازم پر غصہ آیا اور میں خود کمرہ میں چلا گیا۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرہ میں۔ پھر تیسرے کمرہ میں پہنچا تو برابر کے کمرے سے مجھے کسی کے بہت ہی بلک بلک کر رونے اور کچھ کہنے کی آواز آئی۔ آواز چونکہ جناح صاحب کی تھی اس لئے میں گھبرایا اور آہستہ سے پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناح صاحب سجدہ میں پڑے ہیں اور بہت ہی بیقراری کے ساتھ کچھ دعا مانگ رہے ہیں۔ میں دبے پاؤں وہیں سے واپس آ گیا اور اب تو بھائی! جب جاتا ہوں اور ملازم کہتا ہے کہ ''اندر ہیں'' تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ ''وہ سجدہ میں پڑے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔'' میرے تصور میں ہر وقت وہی تصویر اور وہی آواز رہتی ہے۔''

(عبدالرحمٰن خان، منشی۔ ''قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ'' ص: ۹۳، مطبوعہ ۱۹۸۶ء)

روزہ اسلام کا اہم رکن ہے۔ تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کیلئے صیام کی بڑی اہمیت ہے۔ روزے

میں عبادات کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر روزے کے بارے میں تو یہ ہے کہ اس کی جزا اللہ تعالیٰ خود دیں گے۔ ایک تاریخی اقتباس پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے:

''اگست ۱۹۴۶ء میں سندھ میں پارلیمانی تعطل کو دور کرنے کیلئے تازہ الیکشن ہونے والے تھے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سندھ مسلم لیگ کی انتخابی سرگرمیوں کی رہنمائی کیلئے خود کراچی آئے تو یہ رمضان المبارک کے دن تھے۔ اس زمانے میں حاتم علوی ہر روز ان سے ملنے آتے تھے اور دیر تک بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے علوی سے پوچھا: ''کیا تم روزے سے ہو؟'' علوی نے جواب دیا: ''جی ہاں سر۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میں بھی سن شعور سے روزے رکھتا ہوں لیکن اب صحت کمزور ہے اس وجہ سے نہیں رکھ سکتا۔''

(سعید راشد، پروفیسر۔ ''گفتار و کردار قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ'' مطبوعہ ۱۹۸۶ء، ص: ۱۹۶)

بانیٔ پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی دلی تمنا تھی کہ کسی نہ کسی طرح حج مبارک کی سعادت حاصل ہو اور پھر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری نصیب ہو۔ آپ علیہ الرحمہ نے جب زیارت حرمین شریفین کا پختہ ارادہ کیا تو امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے آپ علیہ الرحمہ کو مبارکباد کا خط لکھا کہ ''اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الٰہی جل شانہ میں حاضر ہو کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اس (مسلم لیگ کی کامیابی) کا شکریہ ادا کریں۔''

جواب میں حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''۱۷ جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ...... آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کی بناء پر میرے لئے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن نہیں ہے۔''

(ولی مظہر ایڈووکیٹ: ''عظمتوں کے چراغ''، جلد: ششم، ص: ۸۰۸)

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی آیتوں پر غور و فکر کرنا اور پھر ان پر عمل کرنا ایک سچے اور پکے مسلمان کی علامت ہے، قائداعظم علیہ الرحمہ بھی نہ صرف قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے بلکہ اس کی ایک ایک آیت شریف پر غور و فکر بھی کرتے تھے۔

شریف الدین پیرزادہ اپنے مشاہدے کی بناء پر لکھتے ہیں:

''قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قرآن حکیم کے چند ایک عمدہ نسخے تھے۔ ان میں سے کچھ قلمی بھی تھے۔ ایک بہترین نسخہ جزدان میں لپٹا' ان کے سونے کے کمرے میں سب سے اونچی جگہ پر رکھا رہتا تھا۔ ان کے اپنے مطالعے میں عموماً پکتھال کا ترجمہ شدہ قرآن مجید رہتا تھا۔''

قائداعظم علیہ الرحمۃ اللہ جل شانہ کی نصرت پر کامل یقین رکھتے تھے اور قرآن کریم کے مطالعے نے ان کے اس یقین کو اور زیادہ مستحکم کر دیا تھا۔ اس حقیقت کا اظہار آپ نے رانا نصر اللہ خان سے یوں کیا:

''میں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کئی بار پڑھا ہے۔ مجھے اس کی بعض سورتوں سے بہت تقویت ملتی ہے۔ مثلاً وہ چھوٹی سی سورت (اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ) ہے جس میں ابابیلوں کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کفار کے بڑے لشکر کو ابابیلوں کے ذریعے شکست دی اسی طرح ہم لوگوں کے ذریعے ان شاء اللہ کفار کی قوتوں کو شکست ہوگی۔''

(سعید راشد: ''گفتار و کردار اور قائداعظم''، مطبوعہ: لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۱۳۵)

قیام پاکستان کے بعد پہلی عید میلاد النبی ﷺ (جنوری ۱۹۴۸ء/۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ) کے موقع پر آپ علیہ الرحمہ کی تقریر خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں ایک اقتباس پڑھتے جائیے:

''آج ہم لوگ یہاں ایک ''حقیر اجتماع'' کی صورت میں اس عظیم ترین شخصیت (ﷺ) کو خراجِ عقیدت ادا کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں جس (ﷺ) کی تقدیس نہ صرف یہ کہ کروڑوں دلوں میں موجزن ہے بلکہ جس (ﷺ) کے سامنے دنیا کی تمام بڑی بڑی شخصیتوں کا سرِ احترام و اکرام بھی خم ہے۔ میں ایک عاجز' انتہائی خاکسار' بندۂ ناچیز' اتنی عظیم ہستی (ﷺ) کو بھلا کیا اور کس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔''

۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے کراچی میں منعقدہ اجلاس میں آپ نے نہایت خوبصورت انداز میں فرمایا:

''وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہو جاتے ہیں؟...... وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟...... وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟...... وہ رشتہ...... وہ چٹان...... وہ

لنگر...... خدا کی کتاب قرآن مجید ہے...... ایک خدا...... ایک رسول...... ایک امت۔"

(سعید راشد: "گفتار و کردار قائداعظم" ص:۵۱۴)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ملک خداداد پاکستان میں اسلام کا حقیقی نفاذ چاہتے تھے اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور کی جھلکیاں دیکھنا چاہتے تھے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر کا یہ اقتباس پڑھیے:

"میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی جو خدمت کی ہے وہ اسلام کے ایک ذاتی سپاہی اور خدمت گزار کی حیثیت سے کی ہے' اب پاکستان کو دنیا کی عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کیلئے آپ میرے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔ میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ خدا (تعالیٰ) میری اس آرزو کو پورا کرے۔"

(محمد حنیف شاہد: "اسلام اور قائداعظم" ص:۱۰۳-۱۰۴)

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤاجداد نے ایک قادری بزرگ حضرت سید عبدالرزاق گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (اوچ شریف) کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا جو حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

جب قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانان ہند کیلئے ایک الگ خطہ پاک کیلئے کوششیں کیں تو اس موقع پر بھی اولیاء کرام نے نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی طور پر بھی قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور امداد فرمائی۔

"تیسری شخصیت جس سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے' حضرت غازی صاحب کی تھی۔ یہ بظاہر تاجر اور آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن تھے مگر بباطن ابدال تھے اور انہیں دربار بغداد سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی اصلاح و تربیت کیلئے بھیجا گیا تھا۔"

(منشی عبدالرحمٰن خان کی زبانی)

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے انٹرویو کا حوالہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جب فرمایا کہ "آپ کے اجداد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔" تو آپ چونک اٹھے اور فرمایا:

''آج مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے عزیز و اقارب سرہند شریف جانا کیوں ضروری سمجھتے ہیں۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ مسلمانوں کے حقوق و تحفظ اور شعائر اسلام کی پاسبانی فرمائی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل مراحل میں تنہا نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ مسلمانوں کی راہنمائی و معاونت کا فریضہ بھی جرأت اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں اور ہندوؤں کے شدید دباؤ کے باوجود ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ نہ کبھی جھکے نہ بکے۔ محترمہ فاطمہ جناح کا ایک حوالہ اور ڈویژن بینچ کا فیصلہ بڑا اہم ہے۔ یہ دونوں اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح فرماتی ہیں:

''بچے کو بنیادی طور پر اپنے مذہب سے لگاؤ ہونا چاہیے۔ بچپن میں اس کے دل میں مذہب کی محبت اسے کبھی بھٹکنے نہ دے گی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہمیشہ انہیں مغربی تہذیب کا دلدادہ سمجھتے تھے۔ ان کی خوش پوشی اور روانی سے انگریزی بولنے کی مہارت سے غلط اندازے لگاتے تھے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور انہیں اپنے مذہب سے والہانہ عقیدت تھی۔ اسی لئے ہندو انہیں خرید نہ سکا اور نہ ہی انگریز کو یہ جرأت ہوئی کہ ان کے نظریات بدل سکے۔''

(ثریا خورشید: ''فاطمہ جناح کے شب و روز''، مطبوعہ: لاہور)

سندھ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس عبدالحق قریشی اور مسٹر جسٹس عبدالرزاق تھہیم پر مشتمل ایک ڈویژن بینچ نے قرار دیا کہ

''قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سچے مسلمان تھے۔ فرقہ واریت' احساسات' جذبات اور عقیدہ سے ماوراء تھے۔ ان کا آئیڈیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک ہے جسے وہ مکمل ضابطۂ حیات سمجھتے تھے اور کیونکہ جسٹس عبدالقادر شیخ پہلے ہی فیصلہ دے چکے ہیں کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سچے مسلمان تھے۔ ان کا کوئی فرقہ وارانہ عقیدہ نہیں تھا وہ قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار تھے۔''

ایسے مزید ایمان افروز اور روح پرور واقعات پڑھنے کیلئے نامور محقق و مصنف سید صابر حسین بخاری کی کتاب ''قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک'' کا مطالعہ فرمائیے۔

وقت اور مسائل قاضی ءِ شہر کے قلم سے

بھارت کی پاکستان دشمنی کی طویل داستان

اور جنوبی وزیرستان

عوام کی بیداری اور جوش و جذبہ تاریخ کا رخ تبدیل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ برصغیر کے مسلم عوام میں جب بیداری کی لہر پیدا ہوئی تو انہوں نے دو صدیوں کی برطانوی سامراج کی غلامی کا جوا اتار پھینکا۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی بے لوث اور مخلص قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ نے برصغیر کے مسلمانوں کیلئے الگ وطن کا پرچم بلند کیا تو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کو شک وشبہ سے بالاتر سمجھتے ہوئے علماء ومشائخ اہلسنت نے اپنے دل کی اس آواز کی حمایت وتائید کیلئے بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریہ کی تبلیغ وحمایت کیلئے علماء ومشائخ اہلسنت برسوں سے اپنی کاوشوں میں مصروف تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے نعرے کی شدومد سے مخالفت کرتے چلے آ رہے تھے۔

تحریک خلافت کی آڑ میں مکار ہندو قیادت نے بعض مسلم رہنماؤں کو اپنی مکاری کا اسیر بنالیا تھا اور چند ایک مواقع پر بعض ناسمجھ مسلم لیڈر گاندھی کو اپنی مساجد میں منعقدہ احتجاجی جلسوں میں لے گئے جس پر علماء اہلسنت کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا تھا مگر جب قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلم سیاسی رہنماؤں کا قبلہ درست ہو گیا تو تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام پیر قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف، پیر طریقت پیر عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ زکوڑی شریف (سرحد)، پیر عبدالرحیم بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ (سندھ) سمیت دیگر مقتدر مشائخ کرام اور ہزاروں نامور علمائے اہلسنت (بریلوی) نے تحریک پاکستان کیلئے دل وجان سے مہم چلائی اور مسلم عوام میں بیداری اور جوش وجذبہ پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ چنانچہ مسلم عوام کی بیداری کی لہر کے آگے برطانوی سامراج کی

دیوار اور ہندو کی مکاری کے بت پاش پاش ہو گئے اور متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کا الگ وطن پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

لیکن بھارتی قیادت اور ہندو ذہنیت نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ہندو قیادت کا پہلا نعرہ یہ تھا کہ لولا لنگڑا پاکستان چھ ماہ بھی نہیں چل سکے گا لیکن بابائے قوم اور ان کے مخلص ساتھیوں اور بیدار قوم نے پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا اور پاکستان ایک مستحکم حقیقت بن کر سامنے آ گیا تو بھارتی قیادت نے پاکستان کیخلاف مختلف سطحوں پر سازشوں کے جال پھیلانے شروع کر دیئے۔

ریاست جموں و کشمیر جو تقسیم ہند کے فارمولے کے مطابق پاکستان میں شامل ہونے والی تھی، بھارت نے تمام سیاسی اور اخلاقی حدوں کو پار کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں اپنی مسلح افواج وہاں داخل کر دیں اور گزشتہ ۶۰ برسوں سے جموں و کشمیر کے بہت بڑے حصے پر بھارت قابض ہے اور آزادی کا حق مانگنے والے کشمیریوں کا خون بہا رہا ہے جبکہ پاکستان کو سیراب کرنے والے دریاؤں پر ڈیم بنا کر پاکستان کے پانی کو روک کر اسے بنجر اور بیاباں بنانے کی سازش کر رہا ہے۔ چناب اور جہلم پر بنائے جانے والے ڈیم اس سازش کے ٹھوس ثبوت ہیں۔ اس بتدریج آگے بڑھنے والی سازش کے علاوہ بھارت نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو لاہور، سیالکوٹ اور قصور کے سیکٹروں سے پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا تاکہ پاکستان کے مرکزی مقامات پر قبضہ کر کے پاکستان کو اپنا تابع بنایا جا سکے لیکن پاکستان کی بہادر افواج اور بیدار اور جوش و جذبے سے سرشار عوام نے بھارتی یلغار کو ناکام بنا دیا اور اس سترہ روزہ جنگ کے دوران ہمارے فوجی جوانوں اور افسروں نے جرأت و دلیری کی بے مثال داستانیں رقم کر کے اپنی شاندار تاریخ میں نئے ابواب کا اضافہ کیا لیکن ہمارے مکار دشمن بھارت نے اس سے یہ سبق حاصل کر لیا کہ وہ اپنی مسلح افواج کی جارحیت سے کبھی پاکستان کو شکست نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ بھارت نے پاکستان کے اندر سندھ اور مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) میں تخریب کاری، دہشت گردی اور بغاوت کے بیج بونے کیلئے سازشوں کے وسیع جال پھیلانے شروع کر دیئے۔

مشرقی پاکستان میں کم و بیش ایک کروڑ کی ہندو آبادی میں بھارت کو اپنے مقاصد کیلئے ایجنٹوں کی تلاش میں زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ ان کے ذریعے مشرقی پاکستان کی اپوزیشن پارٹیوں کے ورکروں اور کارکنوں میں یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ ان کی غربت اور محرومیوں کا ذمہ دار مغربی پاکستان

ہے۔ تعصب اور نفرت کی مسلسل مہم چلائی گئی اور اس کیلئے کروڑوں روپے خرچ کیے گئے۔ پھر جب ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری جبکہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے کلین سویپ کیا لیکن ان دونوں بڑی پارٹیوں کے رہنماؤں میں اختیارات کی تقسیم کا مسئلہ طے نہ ہو سکا۔ متحدہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں شیخ مجیب کی عوامی لیگ اکثریتی پارٹی تھی اس لئے شیخ مجیب خود کو وزیراعظم بننے کا حقدار سمجھتے تھے لیکن ذوالفقار علی بھٹو انہیں وزارت عظمیٰ دینے اور خود اپوزیشن لیڈر بننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

ملک کے اس وقت کے حکمران ڈکٹیٹر جنرل یحییٰ خان نے دونوں رہنماؤں کے تنازعہ کو سلجھانے کے بجائے اس صورتحال کو اپنے اقتدار کے دوام کیلئے سنہری موقع سمجھا۔ قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے میں تاخیری حربے شروع کر دیئے۔ مشرقی پاکستان میں احتجاج شروع ہو گیا۔ اس دوران بھارتی ایجنٹوں اور ان کی مدد سے تیار کردہ تنظیم مکتی باہنی نے متحدہ پاکستان کے حامیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو اعتماد میں لے کر مسئلہ سلجھانے کے بجائے پاکستان کے مستقبل کو داؤ پر لگانے والا اقدام کیا۔ مشرقی پاکستان کی سیاسی قیادت کو شیخ مجیب الرحمٰن سمیت گرفتار کر کے عوامی احتجاج کو دبانے کیلئے فوج کشی کر دی جبکہ بھارت نے اس موقع پر باغی عناصر کی حمایت میں پہلے سے سرحدوں پر تیار کھڑی فوج کو مشرقی پاکستان میں داخل کر دیا اور مکار ہندو قیادت نے پاکستان دشمنی میں بدترین کھیل کھیلا۔ متحدہ پاکستان کے حامی ہزاروں لیڈروں اور کارکنوں کا بے دریغ قتل عام کیا اور مشرقی پاکستان میں تعینات پاکستانی فوج کو جنرل یحییٰ کی نااہلی اور بھٹو اور مجیب کی ضد اور دشمنی نے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور یوں بھارت کی پاکستان دشمنی کا ایک المناک باب مکمل ہوا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔

جن ملکی رہنماؤں اور عالمی لیڈروں کو آج کے حالات میں بھارت کی دشمنی نظر نہیں آتی انہیں تاریخ پر نظر ڈالنی چاہیے۔ اس وقت اپنی اس کامیابی پر بھارت کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے بڑی رعونت سے بیان دیا تھا کہ "ہم نے دو قومی نظریے کو بحر ہند میں غرق کر دیا ہے۔" بھارت کے لیڈروں کی مکارانہ سیاست اور پاکستان دشمنی کا ہمارے لیڈروں نے کبھی سائنسی بنیادوں پر تجزیہ ہی نہیں کیا اور نہ بھارتی سازشوں کے تدارک کیلئے کوئی ٹھوس نیٹ ورک قائم کیا۔

دسمبر ۱۹۷۱ء کے سقوط ڈھاکہ کے بعد بھارت نے اپنا رخ مغربی پاکستان (موجودہ

پاکستان) کی طرف کر دیا۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں نفرت پھیلانے کیلئے اپنے ایجنٹ پیدا کیے اور حکمرانوں کی عاقبت نااندیشیوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ صوبوں میں ایک دوسرے کیخلاف نفرت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے اندر سازشوں کے کئی جال پھیلانے شروع کر دیئے جن میں دہشت گردی اور بم دھماکوں کا سلسلہ بھی شامل ہے۔ چنانچہ کئی بھارتی جاسوس پکڑے بھی گئے جنہوں نے اعتراف کیا کہ انہیں بھارتی ایجنسی ''را'' نے تربیت دے کر بھجوایا تھا۔ پھر دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے افغانستان میں اپنی فوج داخل کر دی اور ۱۹۸۰ء کا عشرہ روس کیخلاف افغان عوام اور مجاہدین کی جنگ میں گزرا۔ اس دوران امریکہ نے روس کیخلاف جہاد کے نام پر دنیا بھر سے مجاہدین کو اکٹھا کر کے افغانستان بھجوایا اور ان کی بھرپور مدد کی۔ اسی دوران القاعدہ اور اسامہ بن لادن نے بھی افغانستان کا رخ کیا۔ بالآخر روس نے شکست تسلیم کرتے ہوئے افغانستان سے اپنی افواج کو واپس بلا لیا تو امریکہ نے بھی افغانستان سے منہ پھیر لیا جس کے نتیجے میں افغانستان خانہ جنگی کی آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ اسی دوران ملا عمر کی قیادت میں جب نوعمر افغانیوں پر مشتمل طالبان تحریک نے افغانستان کی خانہ جنگی کی آگ پر بتدریج قابو پاتے ہوئے ۹۰ فیصد سے زیادہ ملک پر اپنا نظم و نسق قائم کر لیا تو امریکہ نے ۲۰۰۱ء میں ۹/۱۱ کا ڈرامہ کر کے دوبارہ افغانستان کا رخ کر لیا لیکن اس بار افغان عوام کی مدد کیلئے نہیں بلکہ افغانستان کو تباہی' بربادی اور آگ کے شعلوں کی نذر کرنے کیلئے امریکہ نے افغانستان پر آسمان سے بموں' راکٹوں اور میزائلوں کی بارش شروع کر دی۔

پہاڑوں اور پتھروں کی سرزمین کے جی دار اور اکھڑ مزاج افغان عوام کو ۱۹۸۰ء کا پورا عشرہ روس اپنی پوری جنگی قوت سے زیر کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس دوران کم و بیش ڈیڑھ لاکھ روسی فوجی افغانستان کے اندر مسلسل جنگ میں مصروف رہے۔ اسے زمین پر ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی مدد حاصل تھی جبکہ آسمان سے مگ طیارے افغان بستیوں پر آگ' بارود اور بم برسانے میں مصروف رہے۔ افغان عوام کو اس جنگ کے دوران پاکستان کے کچھ ریٹائرڈ اور حاضر سروس فوجی افسروں کی عملی امداد اور راہنمائی مہیا تھی۔ پاکستان کے صوبہ سرحد سمیت پورے پاکستان سے فنڈز اور مجاہدین بھی پہنچتے رہے۔ بالآخر روس کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کی اقتصادی حالت اتنی خراب ہو گئی کہ تباہی کے کنارے پہنچ گیا جس کے باعث آذربائیجان' ترکمانستان' کرغزستان' قازقستان'

تاجکستان وغیرہ کی ریاستیں جن پر روس نے پون صدی سے قبضہ کر رکھا تھا کو آزاد کرنا پڑا۔

روس تو ابھی تک افغان جنگ کے زخم چاٹ رہا ہے جبکہ اس کی جگہ اب گزشتہ ۸ برس سے امریکہ بھی افغانستان پر امریکی پرچم لہرانے کیلئے آگ اور خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ اس نے اپنی اسلحہ کی فیکٹریوں میں بننے والا ہر تباہ کن بم، میزائل اور گولہ بارود افغانوں کو کچلنے اور افغانستان میں تباہی و بربادی پھیلانے کیلئے استعمال کیا لیکن ۸ سال بعد بھی امریکہ افغانستان میں حامد کرزئی اور عبداللہ عبداللہ جیسے چند ایجنٹوں کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکا اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ امریکی رائے عامہ کا مؤثر اور قابل ذکر حصہ افغان جنگ کو بے مقصد قرار دے کر امریکی فوج واپس بلانے کا مظاہرہ کر رہا ہے جبکہ بعض امریکی سکالروں کا کہنا ہے کہ امریکہ خواہ ۲ لاکھ مزید فوج افغانستان بھجوا دے ان سب کا مقدر شکست اور موت ہوگا۔

لیکن پہلے روسی جارحیت کے دوران اور اب امریکی اور نیٹو افواج کی جارحیت کے دوران بھارت نے پاکستان کے اندر سازشوں اور بم دھماکوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کے عشرے میں پاکستان کے اندر بم دھماکوں کی لاتعداد وارداتیں ہوتی رہیں۔ چونکہ روسی جارحیت کے دوران ۶۰/۷۰ لاکھ افغان مہاجرین پاکستان کی سرزمین پر پناہ لینے کیلئے آ گئے تھے۔ (اب بھی ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ پاکستان میں مقیم ہیں) ان افغان مہاجرین کے ساتھ سینکڑوں بھارتی زرخرید بھی پاکستان میں داخل ہو گئے۔ پھر امریکی جارحیت کے نتیجے میں وہ غیر ملکی جو روس کیخلاف جہاد کیلئے افغانستان میں تھے وہ بھی پاکستان کے شمالی علاقوں میں پہنچ گئے۔ چونکہ فاٹا اور شمالی علاقوں میں زیادہ تر مقامی نظم و نسق قبائلی سرداروں کے ذریعے چل رہا تھا اس لئے تمام غیر ملکیوں کو ان علاقوں میں قدم جمانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی اور اب یہی صورتحال ہمارے لئے چیلنج بن چکی ہے۔

فاٹا کے بارے میں عام لوگوں کو بنیادی معلومات حاصل نہیں ہیں اس لئے اکثر اوقات فاٹا کے حوالے سے معاملات کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان اور افغانستان کے درمیان ایک بفرزون بنایا تھا اور متحدہ ہندوستان کے اس شمال مغربی علاقے میں قائم کئے گئے بفرزون کا نام فاٹا ہے۔ اس علاقے کو فاٹا کا نام پاکستان بن جانے کے بعد دیا گیا۔ فاٹا کے سارے علاقے میں ۶ ایجنسیاں قائم تھیں۔ شمال کی طرف سے شروع کیا جائے تو ان کے نام اس طرح آتے ہیں۔ (۱) باجوڑ (۲) مہمند (۳) خیبر (۴) کرم (۵) شمالی وزیرستان (۶) جنوبی وزیرستان اور اس کے علاوہ ضلع کوہاٹ سے الگ

کیے گئے علاقے میں اورکزئی ایجنسی کے نام سے ساتویں ایجنسی بعد میں بنائی گئی۔ اپنی زمینی کیفیت اور مختلف النوع باشندوں کی وجہ سے مشکل ترین ایجنسی کا نام جنوبی وزیرستان ہے۔ یہ ساتوں ایجنسیاں محل وقوع کے حوالے سے افغانستان کے ساتھ ملنے والی سینکڑوں میل تک پھیلی ہوئی زمینی پٹی ہے۔

فاٹا کا کل رقبہ ستائیس ہزار دو سو بیس مربع کلومیٹر ہے جو پاکستان کے کل رقبے کا ۳ فیصد بنتا ہے۔ افغانستان کے ساتھ لگنے والا بارڈر تقریباً چھ سو کلومیٹر لمبا ہے اسی لئے اس علاقے میں آر پار کے قبائل کا اِدھر سے اُدھر یا اُدھر سے اِدھر آنے جانے کا سلسلہ صدیوں سے جاری رہا ہے۔ ۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق فاٹا کی کل آبادی ۳۱ لاکھ ۳۸ ہزار تھی۔ اب اس میں چند ایک لاکھ کا اضافہ ہو چکا ہوگا۔ یہ آبادی پاکستان کی کل آبادی کا دو اعشاریہ چار فیصد بنتی ہے۔ فی الوقت پاک فوج کا آپریشن راہِ نجات جنوبی وزیرستان میں جاری ہے جس کی آبادی کم و بیش ۵ لاکھ ہے۔ اس ایجنسی میں دو بڑے قبیلے محسود اور وزیری ہیں۔ ان میں سے محسود قبیلے کی جنگجویانہ روایت زیادہ ہے۔ اب ان دونوں بڑے قبیلوں کی آگے کئی شاخیں بن چکی ہیں۔ ۱۸۴۸ء سے یہاں کچھ سکھ آباد ہیں تب یہ سارا علاقہ پنجاب میں شمار ہوتا تھا اور یہاں سکھوں کی عملداری تھی۔ بہرحال آج بھی فاٹا میں کئی سکھ خاندان آباد ہیں۔

تاہم افغانستان پر ۳۰ برس پہلے ہونے والی فوجی یلغار کے نتیجے میں افغانستان میں ہونے والی عظیم اتھل پتھل کے دوران جنوبی وزیرستان بتدریج مختلف نظریات اور مختلف نسلوں کے عسکریت پسندوں کا مرکز بن چکا ہے اور ان گروپوں میں سے ہر ایک کو باہر سے روپے پیسے اور اسلحہ کی امداد بھی ملتی رہتی ہے۔ ان میں بھارتی، اسرائیلی امریکی اور روسی لابی کے گروہ موجود ہیں۔ یہ آپس میں الگ الگ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے رہتے ہیں اور اب پاکستان میں ہونے والے ۸۰ فیصد حملے اور بم دھماکے اسی مرکز سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس علاقے میں پہاڑوں کے اندر زیرِ زمین سینکڑوں میٹر طویل کئی سرنگیں بنائی گئی ہیں جہاں گولہ و بارود کے ذخیرے رکھنے کے علاوہ تربیت گاہیں بنی ہوئی ہیں اور زخمیوں کیلئے ڈسپنسریاں بھی بنائی گئی تھیں جن میں سے کئی ایک آپریشن راہِ نجات کے دوران پکڑی گئی ہیں۔

جنوبی وزیرستان میں ۱۷۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو شروع ہونے والے آپریشن راہِ نجات میں کل ۶۰ ہزار فوجی جوان اور افسر حصہ لے رہے ہیں۔ ان میں سے ۴۵ ہزار تخریب کاروں اور دہشت گردوں کیخلاف نبرد آزما ہیں جبکہ ۱۵ ہزار فوجی ان کی جملہ ضروریات پوری کرنے اور سپلائی لائن وغیرہ کی حفاظت

کیلئے مصروف ہیں۔ پاکستان کی افواج پہلی بار ان مشکل ترین پہاڑوں، غاروں اور پر پیچ راستوں کی سرزمین تک پہنچ رہی ہیں تا کہ ظالموں کے ٹھکانوں کو ختم کر کے باقی آبادی کو سکون سے رہنے کا ماحول میسر آ سکے۔ پاک فوج کو آپریشن کے دوران کئی نئی معلومات حاصل ہوئی ہیں اور جنوبی وزیرستان سے جڑے ہوئے پاکستان کے کئی دیگر شہروں میں قائم نیٹ ورکس کا علم ہوا ہے۔ پاک فوج تحریک طالبان کے کئی داخلی اور خارجی راستوں سے آگے بڑھ رہی ہے اور ان کی سپلائی لائن کو کاٹ رہی ہے۔

جنوبی وزیرستان کا معرکہ مشکل ترین ہے۔ یہاں پاک فوج کو قدم قدم پر شدید قسم کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تاہم ملکی یا غیر ملکی عسکریت پسندوں کو کہیں بھی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ پاک فوج کے بالمقابل کسی ایک مقام پر جم کر آمنے سامنے مقابلہ کریں (اور اسی بات پر بھارت، اسرائیل اور امریکہ کو سخت تکلیف ہے) پاک فوج نے اس علاقے میں تین اطراف سے آگے بڑھنے کی حکمت عملی اپنائی۔ شمال مشرق سے شکئی اور وانا کی طرف سے شمال مغرب کی طرف سے کوٹ کئی کے علاقے جنڈولا سے جبکہ جنوب میں رزمک سے پیش قدمی جاری رکھی۔ نئے طالبان لیڈر حکیم اللہ محسود کے گڑھ کوٹکئی پر اکتوبر کے پہلے عشرے میں ہی پاک فوج نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا تھا اور اس علاقے میں ۲۰ تا ۲۵ تربیتی مراکز کا بھی خاتمہ کیا گیا بہر حال پاک فوج کی پیش قدمی جاری ہے۔ ۱۳،۱۱ نومبر کی شام تک جنڈولہ سراروغہ کے محور احمد دام کی پہاڑیوں پر کنٹرول حاصل کر کے علاقہ کو کلیئر کر دیا گیا۔ دراصل پاک فوج کا زیادہ نقصان سرچ آپریشن کے دوران ہوتا ہے جب چھپے ہوئے باقی ماندہ عسکریت پسند اچانک حملہ کر دیتے ہیں۔ اس دوران چارسدہ، پشاور اور بنوں سمیت مختلف مقامات پر بم دھماکے اور خود کش حملے ہوئے ہیں کیونکہ ان کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ ہے۔ آپریشن راہ نجات بتدریج اپنی کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصل کام سب سے پہلے بے گھر ہونے والے اور بے سہارا لوگوں کی مدد اور آبادکاری ہے تا کہ ان کی محرومیاں اور مصیبتیں منفی دھارے کی جانب نہ مڑ جائیں۔ ان شاء اللہ جنوبی وزیرستان کے کامیاب آپریشن کے نتیجے میں دوسرے علاقوں کے کچے پکے عسکریت پسندوں کے حوصلے پست ہوں گے اور ریاست پاکستان کی رٹ کو چیلنج کرنے کی صلاحیت ان میں نہیں رہے گی لیکن قوم کو آگاہ رہنا چاہیے کہ دہشت گردی اور بم دھماکوں کی وارداتیں فوراً ختم نہیں ہوں گی۔ پاک فوج اور حکومت کی موجودہ کامیابی عوامی بیداری اور حمایت کا نتیجہ ہے۔ اس عوامی بیداری میں علماء اہلسنت اور مشائخ نے بنیادی کردار ادا کیا ہے اور قربانیاں بھی دی ہیں کیونکہ تحریک پاکستان کے دوران بھی عوامی بیداری میں اس مکتب فکر نے لازوال کردار ادا کیا تھا۔

دوزخ میں ہے دنیا اسے جنت کی پڑی ہے

انتہائی سفاکانہ خودکش حملوں کے پس منظر میں
جناب عدیل حسین قاسمی کے منظوم احساسات

آندھی ہے تلاطم ہے مصیبت ہے بلا ہے شعلے ہیں شرارے ہیں جہنم کی ہوا ہے
نفرت کا یہ موسم ہے تعصب کی فضا ہے محشر سے بہت پہلے یہاں حشر بپا ہے
سجدے بھی کیے خاک پہ مانی ہے دعا بھی
ناراض ہے اس قوم سے شاید کہ خدا بھی

ہرسمت یہاں نالہ و فریاد و فغاں ہے بستی کہاں بستی ہے' قیامت کا سماں ہے
دنیا کی ہے یہ شکل کہ دوزخ کا گماں ہے اے مالکِ کونین رحم کر یہ تیرا جہاں ہے
برہم ہوئے انسان غم و رنج و الم سے
مایوس نہ کر ان کو عنایت کرم سے

حیران ہوں یہ لوگ بھی انسان ہیں یا رب جاتے ہیں جہاں' موت کا سامان ہیں یارب
چلتا ہوا پھرتا ہوا طوفان ہیں یا رب دنیا کی نظر میں یہ مسلمان ہیں یا رب
بندے ہیں ترے دہر میں یہ کام کیا ہے
ہر دیس میں اسلام کو بدنام کیا ہے

اس طرح کے بے رحم بھی ہوتے ہیں مسلمان دکھ درد سے بے حس ہیں کہ جیسے کوئی بے جان
دیندار ہیں ایسے کہ نہیں دین کی پہچان رکھتے ہیں تمنا کہ ہر اک شہر ہو سنسان

کوتاہی افکار ہے اور ذہن ہیں بیمار
دوزخ کے ہیں معمار یہ جنت کے طلبگار

ظالم ہیں کہ مظلوم ہیں کیا جانئے کیا ہیں — یہ اہل ستم ہیں کہ گرفتار بلا ہیں
بیداد کی تصویر ہیں نفرت کی ادا ہیں — بت خانہ عالم میں پرستار خدا ہیں

مرنے کے سوا کوئی تمنا نہیں رکھتے
بیمار ہیں پر شوق مسیحا نہیں رکھتے

جا کر کسی مسجد میں اڑا دیتے ہیں خود کو — بچوں کے سکولوں میں جلا دیتے ہیں خود کو
قاتل ہیں کچھ ایسے کہ مٹا دیتے ہیں خود کو — نفرت کی یہ حد ہے کہ بھلا دیتے ہیں خود کو

مل جائے گا کیا ان کو اگر سوگ بہت ہوں
مرتے ہیں وہاں جا کے جہاں لوگ بہت ہوں

مقصد ہے کہ شہروں میں تباہی سی مچا دیں — اونچی ہیں سروں سے جو عمارات گرا دیں
بارود کے شعلوں میں گلستاں کو جلا دیں — مٹنا ہے اگر خود تو ہر اک چیز مٹا دیں

جیتے رہے کچھ اور تو کیا ان کو ملے گا
وہ زخم ہے دل پر نہ ملے گا نہ سلے گا

کس سمت کو جانا ہے بتاتا ہے کوئی اور — یہ راہِ ستم ان کو دکھاتا ہے کوئی اور
مرنے کے یہ انداز سکھاتا ہے کوئی اور — آگ یہ اپنی کہاں اس کو لگاتا ہے کوئی اور

ناقص ہیں جو چلتے ہیں سہارے پہ کسی کے
سب کار نمایاں ہیں اشارے پہ کسی کے

دنیا نے ہمیں جو بھی کہا مان لیا ہے — حکام نے امداد کا احسان لیا ہے
خیرات پہ جینا ہے یہی ٹھان لیا ہے — غیروں نے ہر اک رمز کو پہچان لیا ہے

مسجد میں یونہی جاتے ہیں راحت کے پجاری

پیسوں سے یہ بن جاتے ہیں ظالم کے حواری

رستہ کوئی واضح ہے نہ منزل کا نشاں ہے | سب نفع کے پیچھے ہیں یہی سب کا زیاں ہے
سونے کی نظر ہے یہاں پیسے کی زباں ہے | ارزاں ہے کوئی چیز تو اک خواب گراں ہے

الجھی ہوئی باتوں میں بہت پیچ ہیں خم ہیں
بت خانہ مذہب میں تخیل کے صنم ہیں

لازم ہیں ترقی کیلئے صنعت و ایجاد | اب علم پہ ہے قوتِ اقوام کی بنیاد
ہوتی ہے سدا مفلس و کمزور پہ بیداد | ہم قیدِ غلامی میں ہیں اب تک نہیں آزاد

یہ بات نہ سمجھیں گے اسیران روایات
جاری ہیں لب واعظ و ملا پہ حکایات

اوپر کوئی دنیا ہے کہ حوروں سے بھری ہے | کیا گیسو و رخسار ہیں کیا جلوہ گری ہے
ہر شاخ گلستان تمنا کی ہری ہے | واعظ کا مصلّی نہیں لالچ کی دری ہے

کچھ فکر نہیں سب پہ مصیبت کی گھڑی ہے
دوزخ میں ہے دنیا اسے جنت کی پڑی ہے

قطعہ

ہے سفاکی و خوں ریزی کا عالم
وطن کا اس طرح بگڑا ہے خاکہ
جدھر دیکھو تباہی در تباہی
جدھر دیکھو دھماکے پر دھماکہ

محمد شہزاد مجددی

وطن عزیز میں دہشت گردی سقوط ڈھاکہ کے تناظر میں

محمد اسلم لودھی

دہشت گردی پاکستان پر ایک عذاب کی طرح نازل ہو چکی ہے۔اس کے باوجود کہ تقسیم برصغیر پاک وہند کے بعد پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کیلئے بے پناہ مسائل کا سامنا تھا لیکن ایک قوم کی حیثیت سے ہر پاکستانی نے اپنی جدوجہد سے اس ملک کو اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں وہ بھارت کا ہر میدان میں مقابلہ کرنے کیلئے تیار ملتا ہے۔اگر دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھا جائے تو پاکستان' بھارت کی بعض ریاستوں سے بھی چھوٹا ملک ہے لیکن وہ ہمیشہ بھارت کے مکروہ عزائم کے سامنے دیوار بن کے کھڑا نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کیخلاف سازشوں کا جال ہمیشہ بچھائے رکھا اور قومی سالمیت کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ہونے والی شکست کا بدلہ اتارنے کیلئے ایک جانب بھارت نے مشرقی پاکستان کو اپنی جارحیت اور سازشوں کیلئے منتخب کیا تو دوسری جانب پاکستانی حکمران جنرل یحییٰ خان ہر وقت نشے میں مدہوش رہتے۔شراب و کباب سے انہیں فرصت نہ تھی۔بدقسمتی کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت جو بھی سیاستدان موجود تھے انہوں نے بھی قومی مفاد کو پیش نظر رکھنے کے بجائے ذاتی مفاد ہی ملحوظ خاطر رکھا۔اس ضمن میں ذوالفقار علی بھٹو کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔جنرل ایوب خان کی حکومت جیسے جیسے کمزور پڑتی چلی گئی اس کمزوری کا فائدہ بھٹو نے اٹھانا شروع کر دیا۔بھٹو نے عوام کو حکمرانی کا جھوٹا خواب دکھا کر ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پنجاب اور سندھ میں واضح اکثریت حاصل کر لی جبکہ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کو اکثریت حاصل تھی۔کہا یہ جاتا ہے کہ اگر اقتدار اعلیٰ اکثریتی پارٹی یعنی عوامی لیگ کو منتقل کر دیا جاتا تو مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی بھارتی سازش کبھی کامیابی سے ہمکنار

نہ ہوتی لیکن اس نازک لمحے مغربی پاکستان کے سیاستدانوں نے وطن عزیز کو بچانے اور دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے وہ کردار ادا نہ کیا جس کی اس وقت ضرورت تھی۔ جب حالات حد سے زیادہ بگڑ گئے تو مشرقی پاکستان میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔

جو نتائج سیاسی طور پر مذاکرات کے میز پر حاصل کیے جاسکتے ہیں وہ فوجی آپریشنوں سے ہرگز حاصل نہیں ہوتے۔ آپریشن کا لفظ ہی تکلیف، اذیت اور نفرت کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ مارشل لاء کے نفاذ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے مشرقی پاکستان کے عوام کو پاکستان اور افواج پاکستان کیخلاف نہ صرف اکسانا شروع کر دیا بلکہ مشرقی پاکستان میں بھارت نے سرمائے اور اسلحے کے انبار لگا دیے۔ مغربی پاکستان کے حکمران حالات کی سنگینی کو سمجھنے سے مکمل طور پر قاصر رہے۔ وہ اسلام آباد میں بیٹھ کر یہی توقع کرتے رہے کہ فوج مشرقی پاکستان میں ہونے والی عوامی بغاوت کو آسانی سے کچل دے گی۔ دنیا کی عسکری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ فوج ہمیشہ آخری آپشن کیلئے استعمال کی جاتی ہے اور فوج کا کام انتہائی تیز رفتاری سے ایکشن کر کے نتائج حاصل کرنا اور واپس اپنی بیرکوں میں آ جانا ہوتا ہے۔ دنیا میں جہاں بھی فوج پھنس جاتی ہے یعنی اسے گوریلا جنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو فوج اپنا مورال اور جنگی صلاحیت کھو بیٹھتی ہے۔ بدقسمتی سے مشرقی پاکستان میں بنگالیوں نے پاک فوج کو اپنا دشمن تصور کر کے بھارتی دہشت گرد تنظیم مکتی باہنی کا ساتھ دیا۔ مکتی باہنی میں بھارتی فوج کے افسر اور جوان باقاعدہ شامل تھے جبکہ ناراض بنگالیوں کی بڑی تعداد اس تنظیم کا حصہ تھی۔ چنانچہ مکتی باہنی نے مقامی لوگوں کے تعاون سے پاک فوج کیخلاف جارحانہ حملے شروع کر دیے۔ تین اطراف سے بھارت کے حصار میں بند مشرقی پاکستان کا دفاع انتہائی مشکل بنا دیا گیا۔ سرحدوں پر ہونے والی بھارتی یلغار کو روکنے کے ساتھ ساتھ اندرون ملک نظم و نسق بحال کرنا بھی پاک فوج کی ذمہ داری تھی جس کے افسر اور جوان وطن عزیز کے دفاع کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے لیکن فوج کیخلاف گوریلا کارروائیاں ہونے کی وجہ سے حالات تیزی سے خراب ہونے لگے۔ ایک وقت یہ بھی آیا کہ فوج کا ایک شہر سے دوسرے شہر جانا بھی دشوار ہو گیا۔ ان حالات میں فوج جرأت اور بہادری کے کارنامے انجام دے رہی تھی لیکن بھارت نے امریکہ اور روس کے ایماء پر مشرقی پاکستان پر باقاعدہ حملہ کر دیا۔

یہ وہ حالات تھے جب مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان کا بحری اور فضائی راستہ بھی منقطع ہو

چکا تھا۔ اس وقت بھی جبکہ امریکہ پاکستان کے ساتھ ایک دفاعی معاہدے میں حلیف تھا اس نے پاکستان کو صرف طفل تسلیوں پر ہی ٹرخائے رکھا۔ ہمارے کان یہی سنتے سنتے تھک گئے کہ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑا مشرقی پاکستان کو بچانے کیلئے جلد ہی چٹاگانگ کی بندرگاہ پر لنگرانداز ہو رہا ہے۔ حالات تیزی سے خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے' ہر بنگالی پاک فوج کا مخالف بلکہ جانی دشمن بن چکا تھا۔ صدر پاکستان جنرل محمد یحییٰ خان شراب کے نشے میں دھت ایوان صدر میں اپنی حرام خوریوں میں مصروف تھے۔ اس وقت کے وزیر خارجہ ذوالفقار بھٹو سلامتی کونسل میں جنگ بندی کے حوالے سے پولینڈ کی قرارداد کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاکستان کی سالمیت کا جنازہ نکالنے میں مصروف تھے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اگر بھٹو جنگ بندی کی قرارداد کو نہ پھاڑتے تو سلامتی کونسل میں یہ قرارداد منظور ہونے کے بعد بھارت مجبوراً جنگ بندی پر مجبور ہو جاتا اور پاک فوج کو مشرقی پاکستان میں سنبھلنے کا موقع میسر آ جاتا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ بھٹو کو (اس وقت جبکہ ڈھاکہ ڈوب رہا تھا اور مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج بہت اندر آ چکی تھی اور مکتی باہنی نے پورے ملک کا کنٹرول سنبھال رکھا تھا) کیا مجبوری تھی کہ اس نے بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ کے چہرے پر غصے سے تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر اس تھپڑ کا بدلہ ۹۰ ہزار پاکستانی فوجیوں اور سویلین کے ہتھیار ڈالنے کی صورت میں سامنے آیا جو ذلت اور رسوائی بن کے ہمیشہ کیلئے ہمارے ماتھے کا جھومر بن گیا۔

ان حالات میں صرف بہاری مسلمانوں نے پاک فوج کا آخری وقت تک ساتھ دیا جس کا خمیازہ انہیں ۱۶۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کی شکست کے بعد جانی و مالی نقصان کی صورت میں برداشت کرنا پڑا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آج بھی لاکھوں کی تعداد میں بہاری مسلمان خود کو پاکستانی تصور کر کے ڈھاکہ کی تنگ و تاریک بستیوں میں اپنی جھونپڑیوں پر پاکستانی پرچم لہرائے انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ گزشتہ ۳۸ سال میں ان کی ایک نسل تو پاکستان کا دم بھرتے بھرتے اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے جبکہ دوسری نسل پاکستان آنے کی اب بھی منتظر ہے لیکن اسلامی ممالک کے مالی تعاون کے باوجود ان بہاریوں کو پاکستان لانے کیلئے کوئی بھی تیار نہیں ہے' یہ بھی سراسر زیادتی ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آج سے ۳۸ برس پہلے بھی پاکستان کو توڑنے کیلئے امریکہ اور روس نے بھارت کا ساتھ دے کر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنایا تھا۔ آج پھر امریکہ اور بھارت مکمل طور پر باقی

ماندہ پاکستان کو توڑنے، پاک فوج کے مورال کو گرانے اور پاک فوج کے افسروں اور جوانوں کے جذبہ جہاد کو زنگ آلودہ کرنے کیلئے مکمل طور پر یکجان ہو چکے ہیں۔ اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۱ء میں بھی پاکستانی حکمرانوں نے معاملات کو مذاکرات اور گفت وشنید سے سلجھانے کے بجائے فوجی آپریشن کو ہی ضروری سمجھا۔ تاریخ کا سبق سامنے رکھتے ہوئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ عناصر جو چند ٹکوں کی خاطر بھارت، اسرائیل اور امریکہ کی ایجنسیوں کے آلہ کار بن کر پاکستان کے وجود پر چرکے لگا رہے ہیں، اسلام کے نام پر اپنے آقاؤں کی ایماء پر ایک طرف خودکش حملوں میں نہتے مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور دوسری طرف اسلام اور حق کے علمبردار ہونے کا جھوٹا دعوی کر کے عوام کی ہمدردیاں جیتنے اور ان کی اسلام کے ساتھ وابستگی کو ایکسپلائیٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، حالیہ آپریشن کو صرف ایسے ناسور عناصر تک ہی محدود رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ آپریشن کا دورانیہ کم سے کم ہو تاکہ آپریشن سے بے گناہ عوام کی ہلاکتیں نہ ہوں۔ فوری نوعیت کے اس بھرپور آپریشن کے بعد متاثرہ علاقہ کے پرامن عوام کے ساتھ گفت وشنید کے ساتھ مسئلہ کا پائیدار حل تلاش کیا جائے تاکہ غیر ملکی ایجنٹ ان علاقوں میں پھر نہ پنپ سکیں۔ پے در پے فوجی آپریشنوں کا یہ سلسلہ اگر طول پکڑتا ہے تو یہ ملکی سالمیت کے حوالے سے خطرناک امر ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جن کے عزیز واقارب پاک فوج یا ڈرون حملوں کی زد میں آ کر بے گناہ مارے جا رہے ہیں وہ خودکش حملے کروانے والی بیرونی ایجنسیوں کا آسان ہدف بن جاتے ہیں اور ان کے جذبہ انتقام کو غیر ملکی عناصر آسانی کے ساتھ اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ پندرہ سال سے پچیس سال تک کے نوجوان اپنے جسموں سے بم باندھ کر خودکش دھماکے کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت کی خفیہ ایجنسیاں مکمل طور پر پاکستان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں لیکن اس تناظر میں قبائلیوں کی نفرت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نفرت کب اور کیوں پیدا ہوئی یہ ایک معنی خیز سوال ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد جس طرح امریکہ نے انتہائی بے رحمی سے ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر فوجی یلغار کر دی اور وہاں وحشت اور درندگی کی انتہاء کرتے ہوئے لاکھوں نہتے، معصوم اور بے گناہ افغان مسلمانوں کو شہید کیا۔ اس کا ذکر ہمیشہ تاریخ میں سیاہ الفاظ سے کیا جاتا رہے گا۔ امریکہ کو گمان تھا

کہ شاید وہ اسلحے کے زور پر غیور افغانوں کو زیر کر سکتا ہے لیکن یہ اس کی غلط فہمی نکلی۔ آج جب نام نہاد دہشت گردی کیخلاف امریکی جنگ کو شروع ہوئے پورے آٹھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے بارا توں مسجدوں اور دیہاتوں پر بے رحمی سے بمباری کے باوجود امریکہ دنیا بھر کی افواج کے ساتھ صرف کابل تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ طالبان جب چاہتے ہیں کابل پر بھی یلغار کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ امریکہ کو آج سوویت یونین کی طرح افغانستان میں جس شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس شکست کا اعتراف خود امریکی جرنیل اپنی زبان سے کر رہے ہیں۔ زیادہ دور نہیں کہ امریکہ بھی افغانستان سے نکلنے کیلئے طالبان کے سامنے سوویت یونین کی طرح ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو لیکن امریکہ کو جس شرمناک شکست کا سامنا افغانستان میں کرنا پڑ رہا ہے وہ اس شکست کو کامیابی میں بدلنے کیلئے پاکستان کو افغانستان بنانے پر تل چکا ہے۔ اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے جنرل پرویز مشرف نے ڈالروں کے لالچ میں پاک فوج کو اپنے ہی ہم وطنوں کیخلاف استعمال کیا بلکہ اس سے بڑھ کر امریکہ کی خفیہ ایجنسیوں کو قبائلی علاقوں میں اپنا نیٹ ورک بنانے کی کھلی چھٹی بھی دی۔ سرزمین پاکستان سے ہی اڑنے والے ڈرون طیارے پاکستان کے زیر کنٹرول قبائلی علاقوں پر انتہائی درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اب تک ۲۰۰ سے زائد میزائل حملے کر چکے ہیں جن میں چار سے پانچ ہزار کے لگ بھگ بے گناہ مرد، عورتیں اور بچے شہید ہو چکے ہیں لیکن بیت اللہ محسود کی مبینہ ہلاکت کے سوا کسی ایک حملے میں بھی القاعدہ یا طالبان کا کوئی بڑا لیڈر ہلاک نہیں ہوا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے حکمران دوٹوک الفاظ میں امریکہ کو کہہ دیتے کہ پاکستانی علاقے پر کسی بھی ڈرون طیارے کو حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی لیکن ڈالروں کے لالچ میں پہلے جنرل پرویز مشرف اور اب آصف علی زرداری سمیت پیپلز پارٹی کے تمام سرکردہ رہنما نہ صرف امریکی ڈرون حملوں پر خاموش ہیں بلکہ موجودہ حکمرانوں کی مجرمانہ غفلت کی بدولت امریکہ نے اپنی بدنام زمانہ قاتل تنظیم بلیک واٹر (زی ورلڈ وائیڈ) سمیت کئی بھارتی خفیہ تنظیموں کو بھی پاکستان میں نیٹ ورک بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ دوسری جانب بلیک واٹر کے کارندے افغانیوں کے روپ میں پاکستان کے حساس ترین علاقوں میں فوٹو گرافی کرتے ہوئے یا اسلام آباد میں ممنوعہ اسلحہ لے کر پھرتے ہوئے پولیس کے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں تو ہمارے حکمران پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی میں ملوث ان امریکیوں کو سفارت خانے

کے ایک فون پر رہا کر دیتے ہیں۔ یہ ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ حکمرانوں کی انہی زیادتیوں اور ناانصافیوں کی بدولت آج ہر پاکستانی شہری اپنے ہی گھر میں غیر محفوظ ہو کر رہ گیا ہے۔ موجودہ حکمرانوں کے ایماء پر ہی امریکہ اسلام آباد میں اپنے سفارت خانے کو ایک چھاؤنی میں تبدیل کر رہا ہے۔ بلیک واٹر اور دیگر سکیورٹی ایجنسیوں کیلئے ایک ہزار سے زائد بنگلے کرائے پر حاصل کیے جا چکے ہیں۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کیا ہوگی کہ بلیک واٹر نے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے گھر کے قریب مکانات کرائے پر حاصل کر رکھے ہیں۔ جبکہ حکومت نے قومی ہیرو کے طور پر انہیں سکیورٹی اور نقل و حرکت کی سہولتیں فراہم کرنے کے بجائے اپنے ہی گھر پر نظر بند کر رکھا ہے۔ گویا موجودہ حکمرانوں کی مجرمانہ غفلتوں کی وجہ سے جہاں پاکستان کا ایٹمی پروگرام امریکہ' اسرائیل اور بھارت کی جانب سے سخت خطرے میں ہے وہاں ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی جان کو بھی انہی تین ممالک سے سخت خطرہ لاحق ہے۔

اب جبکہ پاک فوج نے وزیرستان میں فوجی آپریشن شروع کر رکھا ہے وہاں امریکی اور بھارتی کرنسی' کاغذات' پاسپورٹ اور اسلحہ کے انبار برآمد ہو رہے ہیں جو اس بات کا مکمل ثبوت ہیں کہ امریکہ اور بھارت مل کر پاکستان اور پاک فوج کیخلاف صف آراء ہیں۔ گویا امریکہ اپنے خفیہ ایجنٹوں اور بھارت اپنی خفیہ تنظیم "را" کے کارندوں کو طالبان کے روپ میں افغانستان سے تربیت دے کر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں مسلسل بھیج رہا ہے جو طالبان کے روپ میں اس وقت بھی پاک فوج سے وزیرستان میں برسرپیکار ہیں۔ اس سے بڑی بدنیتی کا مظاہرہ اور کیا ہوگا کہ امریکی ایماء پر پاک فوج نے وزیرستان میں جب آپریشن شروع کیا تو آپریشن سے چند دن پہلے افغانستان میں تعینات نیٹو افواج نے سرحدی چوکیاں خالی کر دیں تاکہ بھارتی اور امریکی ایجنٹوں کو وزیرستان میں پہنچ کر پاک فوج کو جانی و مالی نقصان پہنچانے میں کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بلوچستان میں تو بھارتی مداخلت کے بے شمار ثبوت مل چکے ہیں اور وہاں ٹارگٹ کلنگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری و ساری ہے لیکن جی ایچ کیو پر ہونے والا حملہ اپنے پیچھے بہت سے سوال چھوڑ گیا ہے اور دہشت گردوں کا حوصلہ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ وہ فوج کے ہیڈکوارٹر پر یلغار کرنے سے نہیں کتراتے۔ بیشک ہمارے وزیر داخلہ ہر خودکش اور دہشت گردی کی واردات کو وزیرستان سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے منسوب کر دیتے

ہیں لیکن اس وقت پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد دہشت گردی اور خودکش دھماکوں کی وارداتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ خطرناک شہر بن چکا ہے۔ ایک لیفٹنٹ جنرل' دو بریگیڈیرز کو دہشت گرد شہید کر چکے ہیں جبکہ ایک اور بریگیڈیر دہشت گردوں کی فائرنگ سے بال بال بچا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے سکیورٹی اداروں میں بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو دہشت گردوں اور امریکیوں کو فوجی افسروں کی نقل وحرکت اور اوقات کار سے آگاہ کرتے ہیں۔

حالانکہ اسلام آباد وہ شہر ہے جہاں ایوان صدر' وزیراعظم سیکرٹریٹ' وفاقی وزراء' پاک فضائیہ اور پاک بحریہ کے ہیڈکوارٹرز بھی موجود ہیں لیکن حیرت انگیز طور پر یہ شہر اس لئے اب محفوظ نہیں رہا کہ یہاں امریکہ اور بھارت کے سفارت خانے فوجی چھاؤنیوں میں تبدیل ہو کر پاکستانی حکمرانوں کی چشم پوشانہ پالیسیوں کی بدولت تخریب کاری اور دہشت گردی کی وارداتوں میں پوری شدت سے ملوث ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود کہ خود امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن اعتراف کر چکی ہیں کہ پاکستان میں کئی امریکی سکیورٹی ایجنسیاں امریکی مفادات کی نگرانی کر رہی ہیں۔ ہمارے وزیر داخلہ یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ پاکستان میں بلیک واٹر نامی تنظیم موجود نہیں ہے گویا ایک جانب وہ امریکہ کو مزید دہشت گردی کی وارداتیں کرنے کیلئے مسٹر کلین کا سرٹیفکیٹ فراہم کر رہے ہیں تو دوسری جانب بلیک واٹر تنظیم کے اراکین پشاور سمیت پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔ اب تو پاکستانی صحافیوں کو بھی خوفزدہ کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

اگر میڈیا بھی حکمرانوں کی طرح خاموش ہو جاتا اور امریکی اور بھارتی سازشوں اور تخریب کاریوں سے پردہ نہ سرکاتا تو نہ جانے عراق اور افغانستان سے بدتر ہمارے حالات ہو چکے ہوتے۔ اس وقت جبکہ پورا ملک دہشت گردی' تخریب کاری اور بدانتظامی کی شدید لپیٹ میں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم اپنے دوست اور دشمن کی پہچان کرے اور ایسے حکمرانوں کو ایوان اقتدار سے نکال پھینکے جو قوم اور ملک دونوں کیلئے سکیورٹی رسک بن چکے ہیں جن کی آنکھوں میں ڈالروں کی چمک نے اندھیرا کر رکھا ہے۔ اس سے بدترین وقت اور کیا ہوگا کہ ہر روز یہاں جنازے اٹھتے ہیں' ہر روز انسانی لاشے تڑپتے اور ہر روز گھروں میں صف ماتم بچھتا ہے لیکن ہمارے حکمران حکومتی ایوانوں میں ہر روز نیا جشن مناتے ہیں۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ بم اور خودکش دھماکوں میں ان کے ہم وطن کتنے

لوگ مر رہے ہیں اور کتنے زخموں سے چور ہسپتالوں میں زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں ان کو تو صرف اور صرف اپنے اقتدار اور اپنی کرپشن سے واسطہ ہے وہ تو چاہتے ہیں یہ ملک رہے یا نہ رہے لیکن ڈالروں سے ان کی جھولی بھری رہے۔

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موجودہ حالات ۱۹۷۱ء سے بھی بدترین ہو چکے ہیں پاکستانی حکمران اپنے مفادات کا کھیل کھیلنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ارباب اقتدار امریکہ کی غلامی' اقتدار اور ڈالر کے لالچ میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ ان سے کسی بھی اچھائی یا قومی بہتری کی توقع نہیں کی جاسکتی لیکن میاں نواز شریف جو دور حاضر میں سب سے مقبول سیاسی لیڈر تصور کئے جاتے ہیں وہ بھی پاکستان میں امریکی مداخلت' بلیک واٹر کی ملک دشمن سرگرمیوں اور بھارتی سازشوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر چپ کا روزہ رکھ چکے ہیں۔ ان کی زبان بھی امریکہ اور بھارت کیخلاف گنگ ہو چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک اسی وقت اپنا وجود برقرار رکھنے میں کامیاب ہوگا جب پاکستانی قوم اپنے اچھے اور برے کی تمیز کرنے کے قابل ہوگی اور سیاسی لیڈروں کی چالبازیوں کو پہچان کر وطن دوست قیادت کو سامنے لائے گی۔ امریکہ اور بھارت پاکستان کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور پاکستان کو سب سے زیادہ خطرہ بھی امریکہ اور بھارت سے ہی ہے۔ طالبان کے نام پر آئے روز جو خودکش حملے اور بم دھماکے ہو رہے ہیں یہ دراصل بھارت' اسرائیل اور امریکہ کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ آخر بلیک واٹر پاکستان میں کیا کر رہی ہے؟ حکمرانوں کے منہ میں مفادات کی گھنگھنیاں ہیں اور وہ خاموش ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بم دھماکے امریکی بلیک واٹر کی کارستانی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہر حملے کو خودکش قرار دے کر جان چھڑائی جائے' ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ہونے والے بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں را' موساد اور بلیک واٹر کے کردار پر پڑے پردے کو اٹھایا جائے اور انہیں ملک سے نکال باہر کیا جائے جو نام نہاد طالبان کو تربیت اور اسلحہ فراہم کر رہے ہیں۔ اس لئے بار بار فوجی آپریشنوں کے بجائے قبائلی عوام کے ساتھ ساتھ پوری قوم کیلئے بہتر منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ ان حالات میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ ہی اس ملک کی حفاظت کرے جس نے ۶۲ سالوں سے اس ملک کو حریص حکمرانوں کی وطن دشمن سازشوں سے محفوظ رکھا ہے وہی اسے قیامت تک آباد و شاد بھی رکھے گا۔ ان شاء اللہ۔

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عالم محدث سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد تنویر قادری

حضرت علامہ حافظ محمد عالم صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ محدث کا شمار علماء ربانیین میں ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں علماء ومشائخ اور حفاظ کرام نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی ولادت اپریل ۱۹۲۷ء کو ریاست جموں و کشمیر کے ایک گاؤں ''رانجھن'' میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حاجی شاہ محمد تھا۔ آپ کے والدین انتہائی نیک سیرت انسان تھے۔ آپ کے خاندان کا روحانی تعلق آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف ضلع گجرات سے تھا۔ آپ کے والدین حضرت امیر السالکین پیر سید امیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو آپ کے پھوپھا حافظ احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سیالکوٹ میں قرآن مجید حفظ کرنے کیلئے بھیج دیا۔ وہیں سے آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ آخری وقت تک نماز تراویح میں خود قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

مفسّر قرآن علامہ نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ ریاست جموں وکشمیر میں تبلیغی دورے پر جایا کرتے تھے اور آپ کے گاؤں میں علامہ صاحب کا کئی کئی روز قیام ہوتا تھا۔ آپ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ یہ حافظ محمد عالم دنیائے اہلسنت کا آفتاب بن کر چمکے گا۔ علامہ صاحب نے آپ کے والد ماجد سے فرمایا: ''شاہ محمد! حافظ محمد عالم مجھے دے دو تا کہ میں اسے عالم بنا دوں۔'' آپ کے والد ماجد نے قبلہ علامہ صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کو علامہ صاحب کے ساتھ لاہور بھیج دیا۔ لاہور آ کر آپ نے لوہاری دروازہ کے سامنے دو منزلہ مسجد میں علامہ نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ چونکہ علامہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف العمر تھے اور آپ کی بینائی بھی بہت کم ہو چکی تھی اس لئے آپ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے آپ کو دنیائے اہلسنت والجماعت کی مرکزی درسگاہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ درس نظامی کی بقیہ کتب آپ نے

وہاں سے پڑھیں۔ اس وقت وہاں آپ کے اساتذہ میں علامہ مہر ترین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شمار ہوتا تھا۔ دورہ حدیث شریف آپ نے مفتی اعظم پاکستان شیخ التفسیر علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی دستار بندی امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علماء و مشائخ کے ہاتھوں ہوئی۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب علوم دینیہ کی تکمیل کی تو آپ کے استاد مکرم شیخ التفسیر علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کی خدمات سونپ دیں۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۳ء تک دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اس دور میں جن حضرات نے آپ سے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ پیر محمد ارشاد حسین نوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف' علامہ خواجہ پیر محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موہری شریف' علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' مولانا محمد علی نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور وغیرہم۔ جب علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے تدریس چھوڑ کر دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور کی بنیاد رکھی تو حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی جامعہ نعیمیہ کی تعمیر و ترقی میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۶ء تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ لاہور میں قیام کے دوران آپ اکبری منڈی کی ایک جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ بعدازاں آپ اپنے والدین کی خواہش پر سیالکوٹ تشریف لے آئے اور شہر کی مرکزی جامع مسجد علامہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ واقع تحصیل بازار میں ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم عبدالحکیم کی بنیاد رکھی۔ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کے قائم کردہ دارالعلوم کی شہرت علاقہ بھر میں پھیل گئی اور ضلع بھر سے تشنگان علم نے دارالعلوم میں داخلہ لے کر اپنی علمی پیاس کو بجھایا۔ تین سال گزرنے کے بعد ۱۹۵۹ء میں جامع مسجد دودروازہ کی انتظامیہ کمیٹی کی خواہش پر جامعہ عبدالحکیم جامع مسجد دودروازہ منتقل ہو گیا تو قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام تبدیل کر کے جامعہ حنفیہ رکھ دیا۔ تاحال اسی جامع مسجد میں اہلسنت والجماعت کا یہ عظیم دارالعلوم قائم ہے۔ حضرت قبلہ شیخ

الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری صلاحیتیں دارالعلوم حنفیہ پر صرف فرما دیں اور آخری وقت تک اسی دارالعلوم میں قال اللہ وقال الرسول کا درس دے کر اللہ کے دین کا پیغام دنیا بھر میں پہنچایا۔

قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تدریس انتہائی آسان فہم اور دلکش تھا۔ فن تدریس کے تمام اوصاف آپ کی شخصیت میں موجود تھے۔ آپ بڑی مہارت اور تندہی کے ساتھ حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ آپ پڑھانے سے پہلے خوب مطالعہ فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری مصروفیات بہت زیادہ ہوتی ہے ورنہ جی تو یہ چاہتا ہے کہ سارا دن حدیث پاک کی کتب کی شروحات اچھی طرح دیکھی جائیں اور صرف دو تین گھنٹے پڑھا دیا جائے۔ قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ دینی مدارس کے طالبعلموں سے بے پناہ محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ غریب طالبعلموں کی مالی مدد بھی فرماتے تھے۔ جب آپ محسوس کرتے تھے کہ کوئی طالبعلم مطالعہ کیلئے کتب نہیں خرید سکتا تو آپ اسے اپنی طرف سے علماء اہلسنت کی کتب عطا فرماتے تھے۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے شاگردوں کی شادیوں میں شرکت فرماتے تھے اور پوشیدہ طور پر ان کی مالی مدد بھی فرماتے تھے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت بیکراں اور شریعت مطہرہ پر استقامت نے قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ میں جرأت و ہمت، حق گوئی اور بے باکی کی وہ صفات پیدا کر دی تھیں جو آپ کے اخلاق کریمانہ کی زینت تھیں۔ آپ کی حق گوئی اور بیباکی کا ایک اہم واقعہ کچھ یوں ہے کہ اسلام آباد میں امام حسین رضی اللہ عنہ کانفرنس ہو رہی تھی جس کی صدارت نصرت بھٹو کر رہی تھیں۔ بینظیر بھٹو ان دنوں وزیر اعظم تھیں۔ اس موقع پر حکمرانوں کی خوشنودی کے طلب گار کچھ موقع شناس علمائے سو نے عورت کی حکمرانی پر دلائل دینے شروع کر دیئے۔ ان پیٹ پرستوں کی یہ باتیں سن کر آپ نے اپنی تقریر کے دوران ان درباری مولویوں کی شدید گرفت فرمائی اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے شریعت کا مذاق بنا رکھا ہے۔ سیدھی بات کریں کہ لوگوں نے ووٹ دے کر عورت کو منتخب کیا ہے، ہم بادل نخواستہ اس کی حکومت مانتے ہیں۔ یہ سن کر نصرت بھٹو بے حد متاثر ہوئیں اور کہنے لگیں مولانا! مجھے وقت دیں میں آپ سے تفصیلی بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہم درویش لوگ حکمرانوں سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق آپ کو اکثر کانفرنسوں میں بلایا کرتے تھے آپ جنرل ضیاء الحق کو سر عام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو موقع دیا ہے آپ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے بلا تاخیر ملک میں

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا اعلان کریں۔ آپ بڑے بڑے جلسوں میں معروف واعظین اور علماء کو سیدھے راستے سے بھٹک جانے پر ٹوک دیا کرتے تھے۔

معلم کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا وَّحَفِظَهٗ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ غَيْرَهٗ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص (کے چہرے) کو خوش وخرم رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اسے یاد رکھتا ہے یہاں تک کہ کسی دوسرے شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے۔"

(جامع ترمذی۔ جلد:۲۔ ص:۹۰۔ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

چونکہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان ذیشان پر پورا پورا عمل کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہر حسن سے بھی نوازا تھا۔ امریکہ میں ایک عورت نے اسلام کا مطالعہ کر کے اور اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ کے قریب "بخی اعتبار" محلہ کا ایک انتہائی شریف النفس نوجوان امریکہ میں کام کرتا تھا۔ اس عورت نے مسلمان ہونے کے بعد اس نوجوان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب وہ عورت اس نوجوان کے ساتھ پاکستان آئی تو وہ قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے کیلئے جامعہ حنفیہ حاضر ہوئی۔ وہ آپ کی زیارت اور تواضع سے اس قدر متاثر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ میں نے جب آپ کے چہرہ کو دیکھا ہے تو مجھے خدا کی قدرت یاد آ گئی ہے۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ اس وقت دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں پڑھاتے تھے۔ آپ نے اس وقت تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا جس کی پاداش میں حکومت نے آپ کو جیل بھیج دیا۔ اس طرح آپ نے سنت یوسفی علیہ السلام پر بھی عمل کیا۔ اسی طرح ذوالفقار بھٹو کے دور میں جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ چلی تو آپ نے ضلع سیالکوٹ میں اس کی سرپرستی فرمائی اور حکومت کیخلاف پرزور تقاریر فرمائیں۔ حالانکہ آپ محکمہ اوقاف کے خطیب تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے ملازمت کی پرواہ کئے بغیر کلمہ حق کو بلند کیا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی۔ اس سلسلہ میں سیالکوٹ کے معروف مقام "علامہ اقبال چوک" میں ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے آپ

شدید زخمی ہوئے۔ ایک گولی آپ کے بازو پر لگی اور دوسری طرف نکل گئی لیکن پھر بھی آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر آپ پر صادق آتا تھا:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

سنی جہاد کونسل جو کہ آزاد کشمیر میں علماء و عوام اہلسنت کی تنظیم ہے، آپ نے اس کے نائب امیر کی حیثیت سے جہاد کشمیر میں بھی عملاً حصہ لیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمر گزری ہے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں میں طلباء کو کتاب الجہاد پڑھاتے ہوئے مگر اب جی چاہتا ہے کہ عملی طور پر جہاد کیا جائے۔ آپ نے مجاہدین اور مہاجرین کشمیر کی بھرپور مدد فرمائی۔ آپ نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود ملک بھر میں دورے کئے، جہاد کشمیر کانفرنسیں، ریلیاں اور سیمینارز منعقد کرائے، علماء کو دعوت جہاد دی، عوام الناس میں روح جہاد کو بیدار کیا۔ آپ نے ۲۔ مارچ ۱۹۹۲ء کو راولپنڈی میں ایک ہزار علماء و مشائخ کو جمع کر کے جہاد کشمیر کنونشن منعقد کیا اور جہاد کشمیر کے شرعی ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا، جس کی تمام علماء نے تائید فرمائی۔

جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے آپ نے سیالکوٹ شہر کی قومی اسمبلی کی سیٹ پر الیکشن لڑا اور سوشلزم کیخلاف ایسی تحریک چلائی کہ پورے ملک میں جمعیت علماء پاکستان کے تمام امیدواروں میں سب سے زیادہ ووٹ آپ نے حاصل کئے۔ دوسرے مسالک کے لوگوں نے بھی آپ کو ووٹ دیئے مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک کی روایت میں غیر منصفانہ الیکشن میں ''کامیاب'' ہونے والے لوگوں کا ایک علیحدہ طبقہ ہے جو شرفاء کو اسمبلیوں میں جانے سے روکنے کیلئے ہر اخلاقی گراوٹ کا ارتکاب کرتا ہے۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیاں برطانیہ میں مقیم ہیں۔ آپ کی ایک نواسی کی ۱۱۔ جولائی ۱۹۹۹ء کو برطانیہ میں ہی شادی کی تقریب تھی۔ آپ اپنی نواسی کا نکاح پڑھانے کے سلسلہ میں برطانیہ تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ نواسی کے نکاح کے بعد حرمین شریفین کی حاضری ہو گی اور عمرہ کر کے واپس پاکستان آ جاؤں گا لیکن احباب کے مشورے کے مطابق آپ نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا اور پھر یہ پروگرام بنایا کہ ابھی سیدھے پاکستان چلتے ہیں پھر رمضان المبارک میں عمرہ کیلئے حاضری دیں گے اور مسجد نبوی میں اعتکاف کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی۔ پاکستان

واپسی کیلئے آپ نے تیرہ اگست کی سیٹ کنفرم کروالی لیکن دوسری طرف قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

۵۔اگست بروز پیر آپ اچانک بیمار ہو گئے۔۸۔اگست کو ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق آپ کو ڈربی کے ہسپتال میں داخل کروادیا گیا۔ڈاکٹروں نے علاج کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔آخرکار پیارے مصطفی ﷺ کے دین کے ایک عظیم مبلغ' سچے عاشق رسول ﷺ' شریعت مطہرہ کی ساری زندگی اشاعت کرنے والی عظیم شخصیت' شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ حافظ محمد عالم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ محدث سیالکوٹی ۸ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰۔اگست ۱۹۹۹ء بروز بدھ برطانیہ کے ٹائم کے مطابق ۵ بجے بوقت نماز فجر اور پاکستانی ٹائم کے مطابق ۱۰ بجے دن اپنے اعزاء واقرباء' تلامذہ اور ہزارہا عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

برطانیہ میں آپ کی نماز جنازہ میں علماء کرام' مشائخ عظام' حفاظ کرام اور عامۃ المسلمین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔برطانیہ کی تاریخ کا یہ بہت بڑا جنازہ تھا۔برطانیہ میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت کی سعادت آپ کے شاگرد رشید صاحبزادہ پیر محمد حبیب الرحمٰن محبوبی نقشبندی صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ ڈھانگری شریف آزاد کشمیر و بانی ادارہ حیاۃ العلوم صفۃ الاسلام بریڈفورڈ (برطانیہ) کے حصہ میں آئی۔پاکستان میں بھی آپ کے انتقال کی خبر پھیل چکی تھی۔لاہور ایئرپورٹ پر آپ کے جسد خاکی کے استقبال کیلئے سینکڑوں عقیدت مند پہنچ چکے تھے۔جلوس کی شکل میں آپ کا جنازہ شہر اقبال سیالکوٹ لایا گیا۔ہر عاشق رسول ﷺ اشکبار تھا کہ تقریباً نصف صدی جس شخصیت نے اپنے پیارے آقا ﷺ کی احادیث مبارکہ پڑھائیں اور قرآن پاک کا درس دیا اس کا جنازہ ہے۔لوگوں کی کثیر تعداد آپ کا آخری دیدار کرنے کیلئے جمع تھی۔سیالکوٹ کی اب تک کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔سیالکوٹ میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت کروانے کی سعادت آپ کے شاگرد رشید صاحبزادہ پیر حیدر شاہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف ضلع گجرات کے حصہ میں آئی اور آپ کو آپ کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

تازگی ہے یہ عمل خیر کی کہ بعد از وفات
لوگ اب بھی تیرے جینے کا گمان کرتے ہیں

کے حصول کے لیے بیرونی امیدواروں کے لیے عمر کی حد ۱۷ سے ۲۱ سال ہے جبکہ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز کے ملازمین کے لیے عمر ۲۵ سال ہونے کے ساتھ ساتھ ایس ایس ۱، ایس ایس ۲ مکینیکل، الیکٹرونکس یا کیمیکل میں سے کسی ایک ٹریڈ میں ایک سالہ ملازمت ہونا ضروری ہے۔ دوران تربیت پہلے ۹ ماہ تک بیسک سکیل ۳ اور اس کے بعد ڈیڑھ سال تک کم از کم بیسک سکیل ۴ کے مطابق وظیفہ دیا جاتا ہے۔ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز کے ملازمین جو ٹریننگ لے رہے ہوں گے وہ اپنی تنخواہ اور دیگر الاونسز جن کے وہ سرکاری قوانین کے تحت مستحق ہیں دورانِ ٹریننگ حاصل کرتے رہیں گے۔ ہر کاریگر کو اور اُس کے ضامن کو ایک بانڈ یا عہد نامہ دینا ہوگا کہ جس کے تحت وہ تربیت اطمینان بخش انداز میں مکمل کرے گا اور اسکے بعد کم از کم چھ سال تک پاکستان آرڈیننس فیکٹریز کو اپنی خدمات فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔ اس میں ناکامی کی صورت میں اُمیدوار اور اُس کے ضامن کو تربیت پر اُٹھنے والے تمام اخراجات جن کی تفصیل بانڈ میں لکھوائی جاتی ہے ادا کرنے ہوں گے۔ تربیت کی اطمینان بخش تکمیل پر اُمیدوار کو پاکستان آرڈیننس فیکٹریز میں بطور ہنر مند کارکن بنیادی پے سکیل ۵ میں ملازمت دی جاتی ہے۔ اس پروگرام میں شمولیت کے لیے درخواستیں عموماً ہر سال ستمبر میں لی جاتی ہیں مزید معلومات کے لیے آپ ویب سائیٹ www.pof.gov.pk یا فون نمبر ۰۵۱-۹۳۱۴۱۰۱-۲۱ پر کال کر کے ایکسچینج سے شعبہ معلومات اپرنٹس شپ پروگرام ڈیپارٹمنٹ کا نمبر لے سکتے ہیں۔

قارئین ضیائے حرم کے سوالوں کے جوابات

سوال: کیا پاکستان میں کوئی یونیورسٹی طب یونانی میں ڈگری کرواتی ہے؟۔ فیصل۔ کراچی

جواب: جی ہاں حکیم سعید شہید کی قائم کردہ ہمدرد یونیورسٹی ۵ سالہ ڈگری پروگرام کرواتی ہے۔ مزید معلومات کے لیے آپ ویب سائیٹ www.hamdard.edu.pk دیکھیں۔

سوال: میں فاضل عربی ہوں۔ مجھے ایف اے، بی اے کرنے کے لیے راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ساجد ملتان

جواب: آپ اپنے متعلقہ ضلعی تعلیمی بورڈ سے رابطہ کریں، ایف اے کے لیے آپ کو صرف انگلش کا

حسنین ملک

اپرنٹس شپ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز

وطن عزیز پاکستان میں روز افزوں مہنگائی اور بے روزگاری کے سبب گونا گوں معاشی مسائل سے دوچار عوام کی اکثریت کی اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینے کی خواہش ایک خواب بن کر رہ گئی ہے۔ وہ غریب خاندان جو بمشکل اپنے بچوں کو میٹرک کرواتے ہیں، ان کی اکثریت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچے کو کسی نہ کسی ایسے شعبے میں بھیجیں کہ جہاں سے سال دو سال کے فنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کا بچہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے اور اُسے کوئی ملازمت مل سکے۔ ایسی فکر کے حامل خاندانوں کی زیادہ تعداد دیہاتوں میں رہتی ہے جہاں ایک طرف اعلیٰ تعلیم کے ارزاں مواقع میسر نہیں ہوتے اور دوسری طرف کمرتوڑ مہنگائی ان کی رگوں سے خون نچوڑ رہی ہوتی ہے۔ ایسے خاندانوں کے ذہین بچے جنہوں نے اچھے نمبروں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا ہو اور وہ اپنے کمزور معاشی حالات کی بناء پر مزید تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں تو وہ اگر پاکستان آرڈیننس فیکٹریز کے زیر اہتمام ہونے والے کورسز کر لیں تو ان کے لیے مناسب ملازمت کی راہ جلد ہموار ہو سکتی ہے۔ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز حکومت پاکستان وزارت دفاعی پیداوار کے زیر نگرانی پاکستان کا سب سے بڑا انڈسٹریل کمپلیکس ہے جو کہ انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کا اسلحہ اور جنگی سامان وغیرہ بناتا ہے۔

وہ طلباء جنہوں نے میٹرک سائنس ۷۰ فیصد نمبروں کے ساتھ پاس کیا ہو، ان کے لیے پاکستان آرڈیننس فیکٹریز میں تربیتی سکیم کے تحت ایک ٹریننگ پروگرام کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت کاریگروں کی بھرتی کے لیے پاکستان آرڈیننس فیکٹریز انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی واہ کینٹ میں طالب علموں کو ایک سے ڈیڑھ سال کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس پروگرام کے تحت ٹریننگ

امتحان دینا ہوگا اور بی اے پنجاب یونیورسٹی کے لیے آپ کو مطالعہ پاکستان اسلامیات اور انگلش کا امتحان دینا ہوگا مگر اس سے پہلے آپ کو اپنی حاصل کردہ تعلیم فاضل عربی کی مساوی سند وفاقی تعلیمی بورڈ اسلام آباد سیکٹر ایچ ایٹ میں قائم انٹر بورڈز کمیٹی کے دفتر سے درخواست دے کے لینا ہوگا۔ ویسے فاضل عربی کا امتحان بھی ریاستی تعلیمی بورڈز ہی لیتے ہیں۔ فاضل عربی کے لیے میٹرک شرط ہے۔ اگر آپ نے میٹرک کسی تعلیمی بورڈ سے کیا ہے اور اسی کی بنیاد پر فاضل عربی کا امتحان پاس کیا ہے تو آپ اس رعائتی جنجال میں پھنسنے کے بجائے براہ راست ایف اے کا امتحان تمام مضامین کے ساتھ اپنے متعلقہ بورڈ میں دیں اور اسی طرح بعد ازاں بی اے بھی تمام مضامین کے ساتھ یونیورسٹی سے کریں۔

سوال: کون سا ایسا ملک ہے کہ جہاں تعلیم مفت ہے اور میں اگر تعلیم کے لیے جانا چاہوں تو آسانی ہو۔

جعفر حسین چکوال

جواب: جرمنی میں تعلیم مفت ہے مگر اس کے لیے آپ کو جرمن زبان آنا ضروری ہے۔ اس کے لیے اگر آپ نمل یونیورسٹی سے جرمن زبان میں پہلے سرٹیفکیٹ اور پھر ایک سال کا ڈپلومہ کرلیں تو پھر آپ کے لیے جانا آسان ہو جائے گا۔ سرٹیفکیٹ کے لیے ایف اے پاس ہونا اور ڈپلومہ کے لیے بی اے ہونا ضروری ہے۔ ڈپلومہ میں داخلے کے لیے پہلے ٦ ماہ کا سرٹیفکیٹ کورس کرنا ضروری ہے۔ مزید معلومات کے لیے www.numl.edu.pk ویب سائیٹ دیکھیں اور اسکے علاوہ اور بھی پرائیوٹ ادارے اور انفرادی طور پر جرمن جاننے والے اساتذہ بڑے شہروں میں جرمن زبان کم مدت میں بھی سکھا دیتے ہیں۔ جرمن حکومت کی یہ شرط نہیں کہ آپ نے جرمن میں سرٹیفکیٹ یا ڈپلومہ نمل یونیورسٹی ایچ نائن اسلام آباد سے ہی حاصل کیا ہو تو آپ داخلے کے لیے اپلائی کر سکتے ہیں۔ اُن کی بنیادی شرط یہ کہ آپ کو جرمن زبان لکھنے اور بولنے پر مکمل دسترس ہو۔

کسی بھی تعلیمی مفت راہنمائی / کیریر کونسلنگ کے لیے جوابی لفافہ کے ہمراہ درج ذیل پتہ پر خط لکھیں: پوسٹ بکس نمبر 102 سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی فون 03335682814 (کال صرف اتوار صبح 9 سے دو بجے یا شام 6 تا ١١ بجے رات تک۔ مختصر معلومات کے لیے ایس ایم ایس کسی بھی دن، کسی بھی وقت)۔

ای میل hasnainmalikpk@yahoo.com

تبصرۂ کتب

نام کتاب: مہر عالم تاب

مصنف: پروفیسر محمد اکرم رضا

ناشر: مہر منیر اکیڈمی کراچی

قیمت: ۱۰۰ روپے

تبصرہ نگار: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

(چیئرمین شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور)

بیسویں صدی کے برصغیر پاک و ہند کے صوفیاء کے علمی، فکری کارناموں کی تاریخ میں پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت ہی معتبر حوالہ ہے۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے علمی کارناموں کے معترف نظر آتے ہیں۔زیر نظر کتاب آپ کی نعتیہ شاعری پر پروفیسر محمد اکرم رضا کے فکر انگیز خیالات پر مشتمل ہے۔کتاب کے پہلے حصہ میں آپ کی سوانح عمری (ص:۱۷-۵۲) اور تصانیف کا ذکر ہے۔اس میں مصنف نے مہر منیر، ماہنامہ ضیائے حرم (شمس العارفین نمبر، شیخ الاسلام نمبر) جیسے بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔صفحہ ۵۴ سے ۷۹ تک ''مہر عالم تاب نعت'' کے عنوان سے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہے۔پروفیسر محمد اکرم رضا کا نام نعت گو شعراء کی فہرست میں نمایاں ہے۔تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر علمی تبصرہ یقیناً ایسا محبت بھرا قلم ہی کر سکتا تھا جو فن کی باریکیوں سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ دردمند دل بھی رکھتا ہو۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری کے تعارف کا آغاز معروف زمانہ نعت ''اج سک متراں دی ودھیری اے'' سے کیا ہے۔اس نعت پر تبصرہ بایں الفاظ کیا: ''یہ نعت اس قدر خوبصورت اور معانی و مفاہیم کے لحاظ سے اس قدر جامع

ہے کہ جب بھی کوئی نعت خواں خوش الحانی سے اس نعت کو محفل میں پڑھتا ہے تو سننے والے بے خود ہو جاتے ہیں اور پلکوں پر آنسوؤں کے موتی جھلملانے لگتے ہیں۔"

اس نعت کے معانی و مطالب کی گہرائیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی نے اس پر ایک کتاب لکھی۔ پروفیسر محمد اکرم رضا چونکہ آپ کے تمام نعتیہ کلام کا اجمالی تعارف کروانا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے فنی و علمی مباحث پر زیادہ تفصیلات تحریر نہیں کیں پھر بھی زیادہ صفحات اس کلام پر تحریر کئے اور بعض دیگر شعراء کے کلام سے موازنہ بھی پیش کیا۔

حضرت تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کو فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ پروفیسر محمد اکرم رضا نے فارسی شاعری میں "مقاماتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے حسن تغزل کی جھلکیاں" (ص:٦٧) بھی پیش کی ہیں۔ آپ کے پنجابی کلام میں "زبان کی مٹھاس، لہجے کی چاشنی، برمحل الفاظ کا استعمال، دلنشین تراکیب، برمحل بولتے ہوئے مصرعے، آنسو بہاتے ہوئے جذبات......" کی طرف پروفیسر صاحب نے خصوصی توجہ دلائی ہے۔" (ص:٦٨) آپ نے نعتیہ ماہیا بھی لکھا، نعتیہ ڈھولا بھی لکھا اور باقاعدہ نعت بھی لکھی۔ غرض جو بھی لکھ دیا عوام و خواص کی نظروں میں محبوب و مقبول ٹھہرا۔ چونکہ یہ مضمون علیحدہ علیحدہ تحریر ہوئے اس لئے ٧٦-٧٧ صفحات پر سوانح عمری سے متعلقہ معلومات دوبارہ آ گئی ہیں۔ نظر ثانی کرتے وقت مصنف ان کو یہاں سے حذف کر دیتے تو مناسب تھا۔ اسی طرح ابتدائی صفحات میں املاء کی اغلاط کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ جناب مصنف نے حضرت تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے اس پہلو پر ایک کامیاب کوشش ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کی علمی و روحانی میراث کے نسبی وارث تاجدار گولڑہ کی متنوع نوعیت کی علمی و فکری خدمات پر تحقیقی اسلوب میں کام کرواتے۔

❀❀❀❀❀❀
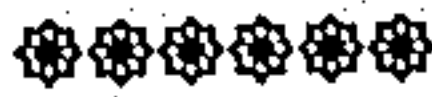
نام کتاب: خوفِ خدا

مصنف: حضرت علامہ محمد کریم سلطانی

ناشر: مکتبہ صبح نور فیصل آباد

تبصرہ نگار: ڈاکٹر امتیاز احمد (شعبہ عربی جی سی یونیورسٹی لاہور)

دل انسانی جسم کا نہ صرف مرکزی اور اہم عضو ہے بلکہ روحانی' احساسات' کیفیات' تجربات اور انکشافات کا مقام بھی ہے۔ دل سے صادر ہونے والے افعال اعلیٰ انسانی فضائل میں شمار کئے جاتے ہیں لیکن روحانی امراض میں خدا سے بے خوفی کو بہت خطرناک قرار دیا جاتا ہے۔ جب تک یہ مرض لاعلاج رہتا ہے، دل جسم و روح دونوں کو پیہم بیمار رکھتا ہے۔ انسان عبادت و ریاضت سے روحانیت کے بلند مراتب تو حاصل کر لیتا ہے لیکن خوف خدا کے عنصر کی کمی کی وجہ سے سب کچھ بے جان سا لگتا ہے۔ قرآن کے بعد اس اہم امر کے سلسلے میں سرورِ عالم ﷺ کی ذات بابرکات کے ارشادات ہی مشعل راہ ہیں کیونکہ:

كُلُّ اَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ اِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْ هٰذِهِ الرَّوْضَةِ. (صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم)

ہر ایک کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے سوائے اس مکین گنبد خضرا کے ارشاد کے کہ اسے صرف قبول ہی کیا جائے گا۔

اس خوبصورت عبارت سے آغاز ہوتا ہے ایک نہایت وقیع تصنیف کا جس کا عنوان ''خوف خدا'' ہے۔ مولانا محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی نے جہاں طباعت کے حوالے سے کتاب کو خوب سے خوب تر بنایا ہے، وہیں مواد کی حسن ترتیب سے موضوع کو قاری کیلئے دلچسپ بھی بنایا ہے اور ایک مرتبہ اسے شروع کرنے کے بعد اس کتاب کے تمام مندرجات میں سے گزرے بغیر قاری کی تشفی نہیں ہو سکتی۔ قاری کی توجہ کو آیات و احادیث کے مقصود و مدعا کی طرف فوری توجہ دلانے کی غرض سے ان میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ مفصل عنوان باندھا گیا ہے جسے پڑھنے کے بعد قاری حدیث یا آیت کا متن اور اس کا ترجمہ پڑھتے ہی وہ بات اس کے دل پر اثر کرتی ہے اور اسے عمل کی طرف مائل کرتی ہے۔ عام طور پر مذہبی موضوعات پر لکھی جانے والی کتب میں تحقیق کے اصولوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی لیکن صاحب تصنیف نے روایتی انداز سے ہٹ کر

احادیث، آثار صحابہ اور اقوالِ صلحاء کے تخریج میں انتہائی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے ایک مجموعہ حدیث کے مختلف ایڈیشن کو سامنے رکھ کر جس نمبر اور صفحہ مآخذ کے تحت حدیث یا اقوال وارہوئے سبھی کا ذکر کردیا ہے۔ مزید برآں تخریج کرتے وقت تمام ممکنہ میسر مآخذ کا ذکر کیا ہے۔

۱۵۴ صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کی ابتدا میں خوفِ خدا کی اہمیت وفضیلت پر مکمل ایک باب باندھا گیا ہے جس میں آیات وحادیث کی روشنی میں خوفِ خدا کو دنیا وآخرت کی ہر خیروبھلائی کی اصل، حصول رضائے الٰہی کا سبب، قیامت میں ظلِ عرشِ الٰہی کا ضامن، شہادت فی سبیل اللہ سے افضل، باعث شفاء، چشمہ کافور سے سیراب کرنے والا، جہنم سے ڈھال، شہوات کو خاکستر کرنے والا اور نصرتِ الٰہی کا ضامن قرار دیا ہے۔ دوسرے باب میں احادیث کی مدد سے ان امور کی طرف راہنمائی کی گئی ہے جو خوفِ خدا پیدا کرنے کا موجب ہیں۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ اس تناظر میں خوفِ خدا کے حوالہ سے حبیب خدا ﷺ کے اسوۂ مبارکہ پر ایک مکمل باب باندھا گیا ہے۔ جس میں باقی چیزوں کے علاوہ آپ ﷺ کی ان دعاؤں کا ذکر بھی ہے جن سے آپ ﷺ کی خشیت الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کا ایک باب صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خوفِ خدا کی کیفیت پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخری باب میں خوفِ خدا کے بارے میں سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا نقطۂ نظر اور طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں اکابر اولیائے کرام کی خوف خدا کی ان کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے جس سے ان کی زندگیوں انقلاب آشنا ہوئیں۔ علاوہ ازیں عبدالعزیز بن سلیمان، سری سقطی، یحییٰ بن معاذ، یزید رقاشی، محمد بن المنکدر، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم کے احوال واقوال اور ادعیہ بھی نقل کی گئی ہیں اور مستند حوالوں سے کچھ گمنام افراد کے ایمان افروز واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو خشیت الٰہی کی صفت پیدا کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

ماہنامہ ضیائے حرم سال 2009ء

کا موضوعاتی اشاریہ

ترتیب و تدوین: محبوب الرحمٰن

(ا) اداریے

۸	سرِ دلبراں (مسلح گروہوں کی تخریبی کارروائیاں......مقتدر قوتیں اپنے خودکاشتہ عناصر کی بیخ کنی کریں)	مدیر اعلیٰ	جون	۷-۱۲
۹	سرِ دلبراں (ملک میں پھیلتا ہوا انتشار حکمران خرابیوں کا تدارک کریں)	مدیر اعلیٰ	جنوری	۳-۶
۱۰	سرِ دلبراں (موجودہ ملکی معاشی وسیاسی صورت حال)	مدیر اعلیٰ	دسمبر	۵-۱۱
۱۱	سرِ دلبراں (وطن عزیز میں پھیلتی ہوئی قتل وغارت گری...... مشترکہ لائحہ عمل کی ضرورت)	مدیر اعلیٰ	نومبر	۵-۹
۱۲	سردلبراں (یوم آزادی...ارباب اختیار اپنی روش تبدیل کریں)	مدیر اعلیٰ		۹-۱۶

(۲) اسلامیات / اسلامی معاشرت / فقہ

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا	عتیق الرحمٰن صدیقی	جنوری	۴۹-۵۲
۲	اخلاص عمل کی اہمیت	محمد سلیم امجدی	مئی	۱۷-۲۳
۳	اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات......اجتہاد یا الحاد	حکیم سید محمود احمد سروسہارنپوری	اکتوبر	۵۱-۶۰
۵	بچوں کی کردار سازی میں والدین اور اساتذہ کا کردار	پروفیسر محمد سرور شفقت	نومبر	۷۳-۷۵
۶	برطانیہ کے مسلم ارباب علم ودانش کی خدمت میں	محمد خورشید احمد قادری	جولائی	۵۳-۵۶
۷	داعیء حق اور نمود ونمائش کا مرض	عتیق الرحمٰن صدیقی	اکتوبر	۷۱-۷۸
۸	درود شریف کی عظمت وفضیلت	احادیث شریف	ستمبر	۹۱
۹	رمضان المبارک میں نبی رحمت ﷺ کے معمولات مبارکہ	ڈاکٹر محمد ظفر اقبال انوری	ستمبر	۱۷-۲۳
۱۰	روشن خیالی اور مسلم مفکرین کی ذمہ داری	محمد اسلم الوری	جنوری	۵۳-۵۸
۱۱	سہ نکاتی لائحہ عمل	عتیق الرحمٰن صدیقی	اپریل	۶۳-۷۲
۱۲	شادی کا اسلامی تصور اور ہمارا معاشرہ	محترمہ نسرین قادری	مئی	۴۹-۵۲
۱۳	شب برأت......فضیلت واہمیت اور مسنون اعمال	مولانا محمد ناصر خان چشتی	اگست	۸۵-۸۸

۱۴	شراب نوشی......اسلام کی نظر میں	مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی	جون	۴۵-۴۹
۱۵	عظیم مائیں۔ عظیم بیٹے	پروفیسر حبیب اللہ چشتی	اگست	۴۳-۵۰
۱۶	عید الفطر......مقاصد و پیغام اور فضائل و مسائل	طاہر مسعود قاضی ایڈووکیٹ	ستمبر	۷۹-۸۴
۱۷	غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی	عتیق الرحمن صدیقی	مئی	۳۹-۴۷
۱۸	قانون ناموس رسالت ﷺ کی اہمیت اور پیپلز پارٹی کا طرز عمل	صادق علی زاہد	اکتوبر	۳۳-۴۷
۱۹	قرآن بلا تجوید......اسلام کے نام لیواؤں کیلئے لمحہ فکریہ	قاری بزرگ شاہ الازہری	جولائی	۶۷-۶۹
۲۰	قرآن کریم اور ہم	پروفیسر حبیب اللہ چشتی	جون	۲۵-۳۲
۲۱	قربانی کے مسائل و بصائر	علامہ محمد معراج الاسلام	دسمبر	۳۷-۴۳
۲۲	ماہ صیام......ماہ مقدس	نور النساء	ستمبر	۷۵-۷۷
۲۳	مسائل حج بیت اللہ	مولانا مفتی شیر محمد خان	نومبر	۸۳-۸۶
۲۴	معراج النبی ﷺ اور عظمت و شوکت اسلام	پروفیسر محمد اکرم رضا	جولائی	۱۷-۲۸

(۳) اشاریہ

نمبر شمار	عنوانات	مرتبین	شمارہ	صفحات
۱	ماہنامہ ضیائے حرم سال 2008ء کا اشاریہ	اسرار حسین، محمد گلفام انور	جولائی	۸۱-۹۵
۲	ماہنامہ ضیائے حرم سال 2009ء کا اشاریہ	محبوب الرحمن	دسمبر	۸۴-۹۶

(۴) انٹرویوز

نمبر شمار	عنوانات	انٹرویو پینل	شمارہ	صفحات
۱	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کا انٹرویو	محبوب الرحمن، محمد اعجاز احسن	نومبر	۳۳-۴۶
۲	پیرزادہ ڈاکٹر ابوالحسن محمد شاہ کا انٹرویو	محبوب الرحمن، محمد اعجاز احسن	دسمبر	۱۵-۲۷
۳	قاضی حسین احمد کا انٹرویو	محبوب الرحمن، محمد اعجاز احسن	ستمبر	۲۵-۳۶
۴	مفتی منیب الرحمن کا انٹرویو	محبوب الرحمن، محمد اعجاز احسن	اگست	۱۷-۳۱

(۵) تاریخ اسلام

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	آزمائش۔ تین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قبول توبہ کا احوال	نوید اختر	اپریل	۱۷-۲۲
۲	سفر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ (آخری قسط)	مولانا ظفر اقبال کلیار	مئی	۲۵-۳۷
۳	سفر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ (قسط اول)	مولانا ظفر اقبال کلیار	جنوری	۱۵-۳۲
۴	سفر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ (قسط دوم)	مولانا ظفر اقبال کلیار	مارچ	۴۲-۵۲
۵	سفر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ (قسط سوم)	مولانا ظفر اقبال کلیار	اپریل	۲۷-۳۹

(۶) تبصرہ کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف، مؤلف، مترجم	تبصرہ نگار	شمارہ	صفحات
۱	النور	پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	اپریل	۹۲-۹۳
۲	امام اعظم اور علم حدیث	مولانا محمد ابراہیم حنفی چشتی	ظفر اقبال کلیار	جون	۸۴-۸۸
۳	انعام یافتہ ہستیاں	پروفیسر محمد اکرم رضا	ادارہ ضیائے حرم	جولائی	۷۹-۸۰
۴	تبرک	لیسین اختر مصباحی	ملک شوکت علی چشتی	اپریل	۹۵-۹۶
۵	تبلیغ اسلام	الحاج محمد اعظم چشتی	محبوب الرحمٰن	نومبر	۹۵-۹۶
۶	حکمت بالغہ	انجینئر مختار فاروق	پروفیسر محمد اکرم رضا	جولائی	۷۷-۷۸
۷	خطبات سیرت	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	اپریل	۹۱-۹۲
۸	خوف خدا	علامہ محمد کریم سلطانی	ڈاکٹر امتیاز احمد	دسمبر	۸۱-۸۳
۹	سلطنت عثمانیہ	ڈاکٹر محمد الصلابی ظفر اقبال کلیار	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	مارچ	۹۳-۹۶
۱۰	انوار رضا کا خواجہ احمد میروی نمبر	ملک محبوب الرسول قادری	سید ریحان الحسن شاہ	مارچ	۹۲
۱۱	شہید پیر محمد پیرل رحمۃ اللہ علیہ	جام اظہر مراد	پروفیسر محمد اکرم رضا	جولائی	۷۸-۷۹

۱۲	شیخ سید علی ہجویری ؒ کے تفسیری نکات	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	ڈاکٹر محمد فاروق حیدر	مئی	۹۳-۹۴
۱۳	فقہ حنفی کی معروف کتاب الہدایہ کا تعارف	ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی	ضیغم عباس	اپریل	۵۵-۶۱
۱۴	کرم کے موتی	بیگم فرحت حجازی	حافظ محمد نعیم	جون	۸۹-۹۰
۱۵	مجلہ جمال کرم کا تفسیر ضیاء القرآن نمبر	احسان الحق صدیقی	سید ریحان الحسن شاہ	مئی	۹۴-۹۶
۱۶	مقدمات ضیاء الامت ؒ	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	محمد اکرم ساجد	جنوری	۹۵-۹۶
۱۷	مکتوبات مسعودی	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	حافظ محمد نعیم	اپریل	۹۴-۹۵
۱۸	موت کے بعد عالم برزخ کے حالات	مرزا محمد عمر الدین نعیمی پروفیسر محمد اکرم رضا	ادارہ ضیائے حرم	جولائی	۷۵-۷۶
۱۹	مولانا عبدالستار خان نیازی	محمد صادق منصوری	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	جون	۸۸-۸۹
۲۰	مہر عالم تاب	پروفیسر محمد اکرم رضا	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	دسمبر	۸۰-۸۱
۲۱	نعت اور تنقید نعت کا اجمالی جائزہ	ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی مرحوم	افتخار الحسن میاں	مارچ	۲۷-۳۸

(۷) رپوتاژ

نمبر شمار	عنوانات	روداد نگار	شمارہ	صفحات
۱	امریکہ میں ضیاء الامت روحانی تربیتی کنونشن	رضاء الدین صدیقی	جون	۹۱-۹۶
۲	برطانیہ میں عرس ضیاء الامت کی تقریبات	محمد زبیر تبسم	اگست	۸۹-۹۳
۳	جانشین ضیاء الامت کا دورہ یورپ	محمد زبیر تبسم	مئی	۸۳-۸۹
۴	حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر ؒ کی یاد میں اسلام آباد میں منعقدہ تعزیتی سیمینار	محبوب الرحمٰن	مارچ	۸۷-۸۹

۵	دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا کانووکیشن	محمد اسلم رضوی	نومبر	۹۳-۸۷
۶	دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں منعقدہ کل پاکستان بین الکلیاتی مقابلہ جات	محمد عمر فاروق	مئی	۹۲-۹۰
۷	ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی رپورٹ	محبوب الرحمٰن	فروری	۹۶-۸۱
۸	ضیاء الامت سیمینار	جاوید اقبال کھارا	فروری	۹۶
۹	لینارس میں محفل میلاد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم	چوہدری شہزاد احمد ساہی راشد عزیز وارثی	اپریل	۸۹-۸۵
۱۰	مدیر اعلیٰ ضیائے حرم حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ کی تبلیغی سرگرمیاں	غلام غوث قادری چشتی علامہ محمد اسلم رضوی	جنوری	۹۳-۵۹

(۸) سفرنامے

نمبر شمار	عنوانات	سفرنگار	شمارہ	صفحات
۱	زیارات قاہرہ	افتخار احمد حافظ قادری	مئی	۷۳-۶۴
۲	دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز	بیگم فرحت حجازی	جولائی	۶۲-۵۷

(۹) سیاسیات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	برصغیر کے ۶۲ برس اور اسلام آباد میں امریکی قلعہ	قاضی ءِ شہر	ستمبر	۴۲-۳۷
۲	بلوچستان ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا ہے	محمد اسلم لودھی	ستمبر	۵۳-۴۳
۳	بھارت کی پاکستان دشمنی کی طویل داستان اور جنوبی وزیرستان	قاضی ءِ شہر	دسمبر	۵۹-۵۳
۴	پاکستان عالمی طاقتوں کے مفادات کے بھنور میں	قاضی ءِ شہر	اکتوبر	۶۹-۶۱
۵	پاکستان کو صحرا بنانے کی بھارتی سازش۔حکمران خاموش کیوں؟	محمد اسلم لودھی	نومبر	۶۲-۵۵

٦	پاکستان میں پھیلتی ہوئی جنگ... پالیسیوں پر نظر ثانی کی جائے	قاضیءِ شہر	نومبر	۴۷-۵۳
۷	عدلیہ بحالی کے دوررس اثرات	محبوب الرحمٰن	مئی	۷۴-۷۹
۸	قانون کی حکمرانی	افتخار علی چشتی	فروری	۶۹-۷۲
۹	قرآن پاک کی بے حرمتی اور عیسائی نوجوان کی موت	حافظ محمد ادریس	اکتوبر	۷۹-۸۱
۱۰	ملت اسلامیہ کہاں کھڑی ہے؟	نصیر احمد خان	اگست	۷۱-۷۸
۱۱	ملت اسلامیہ کی زبوں حالی......وجوہات اور تدارک	پروفیسر مقصود احمد راہی	ستمبر	۹۲-۹۶
۱۲	وطن پرست لیڈرشپ کا فقدان	محمد اسلم لودھی	اگست	۳۳-۴۲
۱۲	وطن عزیز میں دہشت گردی، سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں	محمد اسلم لودھی	دسمبر	۶۳--۷۰

(۱۰) سیرت طیبہ

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	توقیر مصطفیٰ ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں۔قسط اوّل	محمد سلیمان اسدی	نومبر	۱۷-۳۲
۲	توقیر مصطفیٰ ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں۔قسط دوم	محمد سلیمان اسدی	دسمبر	۲۹-۳۶
۳	جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام	صاحبزادہ محمد محب اللہ	مارچ	۱۷-۲۵
۴	عصر حاضر میں اسوۂ رسول کریم ﷺ کی اتباع کی ضرورت	ملک شیر شاہ گاڑا	مارچ	۳۹-۴۱
۵	غیر مسلموں کی سیرت نگاری	حافظ محمد نعیم	فروری	۶۳-۶۸
٦	وادیٔ تبوک میں سرور دو عالم ﷺ کا قیام	پیرزادہ سردار احمد	اکتوبر	۲۱-۳۲

(۱۱) شخصیات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	بال و پر پھونک دوں روشنی کیلئے (بیاد ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ)	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	جولائی	۴۱-۴۵
۲	حضرت پیر سید غلام نصیر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	پیر محمد امین الحسنات شاہ	مارچ	۵۳-۵٦
۳	حضرت پیر صوفی غلام سرور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	محمد صادق قصوری	جون	۶۵-۷۵

۴	حضرت پیر نصیر الدین نصیر ﷫......ایک بے نظیر شخصیت	افتخار الحسن میاں	مارچ	۵۷-۵۹
۵	حضرت پیر نصیر الدین نصیر ﷫......ایک سورج تہہ خاک	سید مزمل حسین	مارچ	۹۰-۹۲
۶	حضرت پیر نصیر الدین نصیر ﷫...ایک نابغہ روزگار شخصیت	محمد نعیم الدین چشتی	مارچ	۶۰-۶۳
۷	حضرت حکیم محمد سعید بخاری ﷫	سید محمد عبداللہ قادری	فروری	۵۹-۶۱
۸	حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی ﷫	محمد رحمت اللہ ملک	جون	۵۹-۶۳
۹	حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی ﷫...حیات جاوداں کا ایک ورق	محمد رحمت اللہ ملک	ستمبر	۸۵-۹۱
۱۰	حضرت خواجہ نظام الدین کیانوی ﷫	ریاض احمد حمدانی	جون	۵۱-۵۸
۱۱	حضرت پیر محمد صادق صدیقی ﷫......حیات وخدمات	حافظ محمد صدیق ساقی	فروری	۷۵-۷۷
۱۲	حضرت ضیاء الامت ﷫ کی علمی میراث اور ہماری ذمہ داریاں	افتخار الحسن میاں	فروری	۱۷-۲۶
۱۳	حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی ﷫	ملک شیر شاہ گاڑا	اپریل	۴۷-۵۳
۱۴	حضرت مولانا محمد حسن حقانی ﷫	محمد جمیل الرحمٰن سعیدی	اکتوبر	۹۰-۹۶
۱۵	حضور ضیاء الامت ﷫ اپنے شیخ طریقت کی نظر میں	محمد اکرم ساجد	جنوری	۳۷-۴۰
۱۶	حضور ضیاء الامت ﷫......کچھ یادیں کچھ باتیں	حافظ محمد خان نوری	مارچ	۶۴-۸۱
۱۷	شہید محبت حضرت حافظ بشیر احمد قریشی ﷫	افتخار الحسن میاں	اکتوبر	۸۳-۸۹
۱۸	شیخ الحدیث حافظ محمد عالم محدث سیالکوٹی ﷫	حافظ محمد تنویر قادری	دسمبر	۷۱-۷۶
۱۹	شیخ الحدیث حضرت علامہ قاضی محمد ایوب ﷫	حافظ محمد طاہر سومرو	مئی	۵۳-۵۷
۲۰	ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ﷫ اور استحکام پاکستان	بابر حسین بابر	جنوری	۴۱-۴۷
۲۱	ضیاء الامت ﷫ کا پیغام نوجوانان ملت کے نام	محمد اکرم ساجد	فروری	۳۷-۴۳
۲۲	ضیاء الامت ﷫ کی تحریروں میں جمال ادب کی رعنائیاں	پروفیسر محمد اکرم رضا	فروری	۲۷-۳۶
۲۳	علامہ افتخار احمد حبیبی شہید ﷫	حافظ محمد طاہر سومرو	اپریل	۷۳-۷۶
۲۴	فخر اسلام حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری ﷫ کی حیات اور اسلوب تبلیغ	افتخار الحسن میاں	جولائی	۳۱-۳۹

۲۵	قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی زندگی کا درخشاں پہلو	پروفیسر محمد سرور شفقت	دسمبر	۴۵-۵۲
۲۶	گودڑی نشین ہیرا......ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ محمد ادریس	اگست	۵۱-۶۰

(۱۲) صحابہ کرام / اہل بیت اطہار علیہم الرضوان اللہ اجمعین

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور شیری جونز کے اعتراضات	پیرزادہ محمد امداد حسین	فروری	۴۵_۵۸
۲	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مسلم خواتین کیلئے مشعل راہ	بیگم فرحت حجازی	ستمبر	۵۵-۵۹
۳	جانشین مصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (قسط اول)	پروفیسر محمد اکرم رضا	جون	۱۷-۲۴
۴	جانشین مصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (قسط دوم)	پروفیسر محمد اکرم رضا	جولائی	۴۶-۵۲
۵	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	افتخار احمد حافظ قادری	اپریل	۲۳-۲۶
۶	خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	پروفیسر محمد اکرم رضا	ستمبر	۶۱-۷۱
۷	شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ......پس منظر و پیش منظر	غلام مصطفیٰ رضوی	جنوری	۳۳-۳۶
۸	مہاجرین حبشہ اور ان کی خدمات	نائلہ صفدر	جون	۳۳-۴۴

(۱۳) کیریئر پلاننگ / تعلیمی راہنمائی

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	اپرنٹس شپ پروگرام پاکستان آرڈیننس فیکٹریز	حسنین ملک	دسمبر	۷۷-۷۸
۲	اپلائیڈ ٹیکنالوجی انسٹیٹیوٹ	حسنین ملک	مئی	۸۰-۸۲
۳	افواج پاکستان میں کمیشن حاصل کیجیے	حسنین ملک	مارچ	۸۱-۸۳
۴	انٹرنیٹ کے ذریعے سے معقول آمدنی حاصل کریں	حسنین ملک	اگست	۷۹-۸۳

۵	پاک فوج میں بحیثیت دینی سکالر شمولیت	حسنین ملک	جولائی	۷۰
۶	چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بنیے ...... مگر کیسے؟	حسنین ملک	اپریل	۷۷-۷۸
۷	سائنس و ٹیکنیکل ایجوکیشن کا ادارہ NISTE	حسنین ملک	اپریل	۷۸-۸۰
۸	شعبہ ٹیکنالوجی واپرنٹس شپ پروگرام	حسنین ملک	جون	۸۰-۸۳
۹	شعبہ ٹیلی مواصلات اور سیر و سیاحت	حسنین ملک	نومبر	۷۷-۷۹
۱۰	طلباء کے سوالات کے جوابات	حسنین ملک	اپریل	۸۰-۸۳
۱۱	طلباء کے سوالات کے جوابات	حسنین ملک	مارچ	۸۳-۸۵
۱۲	طلباء کے سوالات کے جوابات	حسنین ملک	مئی	۸۲
۱۳	قارئین ضیائے حرم کے سوالوں کے جوابات	حسنین ملک	اگست	۸۳-۸۴
۱۴	قارئین ضیائے حرم کے سوالوں کے جوابات	حسنین ملک	جولائی	۷۱-۷۴
۱۵	قارئین ضیائے حرم کے سوالوں کے جوابات	حسنین ملک	دسمبر	۷۸-۷۹
۱۶	قارئین ضیائے حرم کے سوالوں کے جوابات	حسنین ملک	نومبر	۷۹-۸۲

(۱۴) متفرقات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
۱	اعلیٰ حضرت کے تعلیمی نظریات پر تحقیقی کام کا جائزہ	غلام مصطفیٰ رضوی	نومبر	۶۳-۷۳
۲	تنظیم میں باہمی چپقلش...... اسباب، عوامل اور حل	محمد اسلم الوری	اگست	۶۱-۶۹
۳	حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت کب عطا ہوئی؟	علامہ محمد اسلم رضوی	جولائی	۶۳-۶۶
۴	ملفوظات پیر مسند دھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعاتی جائزہ	عبدالرزاق مہران سکندری	مئی	۵۸-۶۳
۵	ملفوظات واصف علی واصف	واصف علی واصف	دسمبر	۴۳

(۱۵) مکتوبات

نمبر شمار	عنوانات	مکتوب نگار	شمارہ	صفحات
۱	آپ کے خطوط	قارئین کرام	اکتوبر	۱۸-۱۹

۲	آپ کے خطوط	قارئین کرام	دسمبر	۱۴-۱۳
۳	آپ کے خطوط	قارئین کرام	ستمبر	۱۶-۱۵
۴	آپ کے خطوط	قارئین کرام	نومبر	۱۶-۱۵
۵	بہاولپور کو سوات بنانے کی تیاریاں......ایک کھلا خط	حافظ محمد معراج	جون	۷۷-۷۶

(۱۶) منظومات

نمبر شمار	عنوانات	شعرائے کرام	شمارہ	صفحات
۱	بیاد حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	محمد شہزاد مجددی	جون	۵
۲	تضمین بر کلام پروفیسر محمد اکرم رضا	حافظ عبد الغفار حافظ	اکتوبر	۴۹-۴۸
۳	حمد باری تعالیٰ جل جلالہ	پروفیسر محمد اکرم رضا	اپریل	۱۴
۴	حمد باری تعالیٰ جل جلالہ	پروفیسر محمد اکرم رضا	اکتوبر	۱۶
۵	خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	پروفیسر محمد اکرم رضا	جون	۱۶
۶	دوزخ میں ہے دنیا اسے جنت کی پڑی ہے	عدیل حسین قاسمی	دسمبر	۶۲-۶۰
۷	رباعیات نصیر رحمۃ اللہ علیہ	پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	مارچ	۵۶
۸	رفعت رحمت کبریا دیکھئے (نعت)	محمد محبوب الرسول قادری	مارچ	۱۴
۹	سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	بابر حسین بابر	اپریل	۴۶
۱۰	ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور	پروفیسر محمد ریاض الکرم ریاض	جنوری	۱۴
۱۱	غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ......بروایت تاریخ	پروفیسر محمد اکرم رضا	اپریل	۴۵-۴۱
۱۲	قطعہ	محمد شہزاد مجددی	دسمبر	۶۴
۱۳	قطعہ......ضیائے کرم	ظہیر شاہ	نومبر	۱۲
۱۴	گلہائے عقیدت بخدمت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ	محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری	جنوری	۱۲-۱۱
۱۵	مدحت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	رضاء اللہ حیدر	اپریل	۵۴
۱۶	معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر محمد اکرم رضا	جولائی	۳۰-۲۹

۱۷	منقبت بحضور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ	محمد ریحان الحسن گیلانی	اپریل	۴۰
۱۸	منقبت...... بیاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	جنوری	۹-۱۰
۱۹	منقبت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	پروفیسر محمد اکرم رضا	ستمبر	۷۲-۷۳
۲۰	منقبت یا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	فیض رسول فیضان	جنوری	۱۳
۲۱	نعت النبی المختار ﷺ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	جنوری	۸
۲۲	نعت النبی ﷺ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	اکتوبر	۸۲
۲۳	نعت رسول مقبول ﷺ	پروفیسر محمد اکرم رضا	اپریل	۱۵
۲۴	نعت رسول مقبول ﷺ	پروفیسر محمد اکرم رضا	فروری	۱۳
۲۵	نعت رسول مقبول ﷺ	حافظ مظہر الدین مظہر	جولائی	۱۵-۱۶
۲۶	نعت رسول مقبول ﷺ	خالد محمود نقشبندی	اگست	۴
۲۷	نعت رسول مقبول ﷺ	سید احمد ثقلین حیدر شاہ	ستمبر	۱۴
۲۸	نعت رسول مقبول ﷺ	عبدالغنی تائب	نومبر	۱۳
۲۹	نعت رسول مقبول ﷺ	علی یاسر	مارچ	۱۵
۳۰	نعت رسول مقبول ﷺ	علی یاسر	مئی	۱۲-۱۵
۳۱	نعت رسول مقبول ﷺ	فیض رسول فیضان	دسمبر	۱۲
۳۲	نعت رسول مقبول ﷺ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	اکتوبر	۱۷
۳۳	ہدیۂ عقیدت بحضور رسالتمآب ﷺ	علی یاسر	مارچ	۱۶

(۱۷) وفیات

نمبر شمار	متوفین	تحریر	شمارہ	صفحات
۱	پیر سید مظہر قیوم مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال	محمد اعجاز احسن	اکتوبر	۱۵
۲	چراغ گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال	مدیر اعلیٰ	مارچ	۱۰-۱۳
۳	حضرت پیر محبوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین عیدگاہ شریف کا سفر آخرت	مدیر اعلیٰ	جون	۱۲-۱۳

۴	حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کی شہادت... اہل وطن کیلئے لمحہ فکریہ	مدیر اعلیٰ	جولائی	۱۱-۱۴
۵	سید انوار حسین نقوی کا سانحہ رحلت	مدیر اعلیٰ	جون	۱۳-۱۴
۶	علامہ حاجی عبدالمجید رزاقی کا سانحہ ارتحال	محبوب الرحمٰن	نومبر	۱۱-۱۲
۷	مولانا نار ضاء الدین صدیقی کی والدہ محترمہ کا انتقال	مدیر اعلیٰ	نومبر	۱۱
۸	مولانا محمد رشید صارم کا سانحہ ارتحال	مدیر اعلیٰ	نومبر	۱۰-۱۱
۹	وفیات وصدمات	محبوب الرحمٰن	جولائی	۱۴

عید مبارک
مدیر اعلیٰ ضیائے حرم حضرت پیر
مدظلہ العالی
محمد امین الحسنات شاہ
سجادہ نشین بھیرہ شریف
قارئین ضیائے حرم اور تمام اہل اسلام کو
عید الاضحیٰ مبارک ہو۔
منجانب
آصف رضا مرزا۔ اسلام آباد

Monthly **ZIA-E-HARAM** Lahore

CPL No. FD-43

DECEMBER 2009, Vol.40, No.3